ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

مروجہ اسلامی بینکاری میں نظام کفالت ووکالت پر ہونے والے اشکالات کا تحقیقی جائزہ

• امداداللہ محمود
•• ڈاکٹرعبدالرحمانخالدمدنی

RESEARCH REVIEW OF PROBLEMS IN SPONSORSHIP AND ADVOCACY IN CURRENT ISLAMIC BANKING

Abstract

Since the beginning of banking, only conventional banking system was prevalent in the world which was based on interest system and 30 years ago today Islamic banking was introduced and efforts were made to abolish the interest-based banking system. In contrast, the principles of Islamic economics introduced by the trades of Islam should be introduced in the banking system, as in the case of Islamic trade hood, there is Mudaraba, Musharaka, Murabaha, Ijara, Slim, Istisna and Kafalat waWakalat.The prevailing Islamic banking is a new economic system in Pakistan which has the problems of many eminent scholars. Some of these problems are related to sponsorship, which are intended to explain whether the above-mentioned problems are related to sponsorship and what is their scientific basis. In general, the concept of Islamic banking among the people is only the establishment of an interest-free economy, although the procedure of trade hood must also be in accordance with the Sharia's. Therefore, the purpose of this article is to review all these problems.

مروجہ اسلامی بینکاری میں کفالت ووکالت کے موجودہ مالیاتی نظام کو تمویل اسلامی کے وسیع باب میں کافی اہمیت حاصل ہے، مروجہ اسلامی بینکاری کے حوالہ سے کفالت و وکالت اور ضمانت کے مفہوم کی تعیین میں ابھی تک کافی پیچیدگیاں اور اشکالات ہیں، مثلاًبینک کفیل کے پاس مالکو بطور استثمار (انوسٹمنٹ) یابطور قرض (لون) یابطورامانت (ٹرسٹ) رکھا جاسکتا ہے جس میں فقہی اصولوں کی روشنی میں اس کی حتمی تعیین میں شرعی تقاضوں کا بے حد خیال رکھنا ضروری ہے بصورت دیگر ان میں سودی اشکالات کے پائے جانے کے قوی احتمال ہیں چنانچہ مروجہ اسلامی بینکاری میں کفالت سے متعلق اس قسم کے اشکالات وشبہات کی نشاندہی اورانکا تجزیہ کرنا مقصود ہے۔

کفالت وضمانت کی لغوی واصطلاحی تعریف:

کفیل کا لفظ کفالہ (Guarantee) سے ماخوذ ہے کفالہ کے لغوی معنیٰ "ضم" کرنے یعنی ملانے کے ہیں یالازم کرنے اور ذمہ داری لینے یا ضمانت کے ہیں۔

کفالت وضمانت دونوں مترادف المعنی الفاظ ہیں، وکیل کی وکالت کی طرح کفیل کا کفالہ یاضامن کی ضمانت بھی عقد تبرع کی ایک صورت ہے۔ کفالت وضمانت کا آسان مفہوم اس حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

"ضم ذمة الضامن إلى ذمة المضمون في التزام الحقوق المستحقة "(1)۔

ترجمہ: جن حقوق کا ادا کرنا واجب ہے ان کی ادائیگی کے لئے جس کی ضمانت دی جارہی ہے اس کے ضامن پر ان حقوق کی ادائیگی کو منسلک کرنا۔

یعنی کسی کے قرض کی ادائیگی کو کسی دوسرے پر یا اپنے اوپر لازم کرنا۔ اور اس لازم کرنے کو وکالت، ضمانت اور کفالت کہتے ہیں۔

"فقہ کی اصطلاح میں کفالہ (Guarantee) سے مراد یہ ہے کہ مقروض کی طرف سے کوئی شخص اس بات کی ذمہ داری قبول کرلے کہ اگر مقروض نے قرض ادا نہ کیا تو وہ اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا (چنانچہ مقروض کے قرض کی ادائیگی کے ذمہ دار کو کفیل اور ذمہ داری کو کفالت یا کفالہ (Liability or Guarantee) کہتے ہیں"۔(2)۔

• پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ اسلامی فکروتہذیب، یونیورسٹی آف منیجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور
•• ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکروتہذیب، یونیورسٹی آف منیجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

معلوم ہوا کسی شی کے مطالبہ میں ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ کے ساتھ ملانا کفالہ کہلاتا ہے یعنی ایک شخص اپنی ذمہ داری (Liability) کو کسی دوسرے کے ساتھ ملادے گویا ایک شخص سے مطالبے کے حق کو کسی دوسرے شخص کے ذمہ دار ہونے کی وجہ سے تبدیل کر دیا جائے چاہے یہ مطالبہ عین مال میں ہو یا جان میں ہو یا قرض میں ہو اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ایک ذمہ داری کا دوسری ذمہ داری میں ملانا فقط دین (عرفی قرض Custom loan,) کی صورت سے متعلق ہے نہ کہ مطلقاً قرض (loan) سے۔

فقہاء کے نزدیک کفالت کے ایسے عقد کو ارفاق واحسان کہتے ہیں۔ کفالت وضمانت کی دراصل حکمت یہ ہے کہ لوگوں کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچایا جاسکے، اور حقوق کی ادائیگی کو زیادہ سے زیادہ محفوظ و مامون بنایا جاسکے۔

الحاصل کفالہ کے صحیح ہونے کے لئے مال کا قرض ہونا یا دین ہونا اور کفیل کا عاقل وبالغ ہونا اور تندرست ہونا اور جس مال کی ذمہ داری قبول کی ہے اس مکفول بہ (مال) کا سپرد کرنے پر قادر ہونا شرط ہے۔ مزید حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

" الْكَفَالَةُ: هِيَ الضَّمُّ لُغَةً، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى {وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا} [آل عمران: 37] ثُمَّ قِيلَ: هِيَ ضَمُّ الذِّمَّةِ إلَى الذِّمَّةِ فِي الْمُطَالَبَةِ، وَقِيلَ فِي الدَّيْنِ، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ"(3)۔

ترجمہ: کفالہ لغت میں ملانے کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان سورہ آل عمران میں ہے اور زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کی ذمہ داری لی اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس ذمہ کی شرکت فقط دین میں ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

"مجلۃ الاحکام العدلیہ" میں بھی کفالہ کی یہی تعریف کی گئی ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

""(الْمَادَّةُ 612) الْكَفَالَةُ ضَمُّ ذِمَّةٍ إلَى ذِمَّةٍ فِي الْمُطَالَبَةِ بِشَيْءٍ يَعْنِي أَنْ يَضُمَّ أَحَدٌ ذِمَّةً آخَرَ وَيَلْتَزِمَ أَيْضًا الْمُطَالَبَةَ الَّتِي لَزِمَتْ فِي حَقِّ ذَلِكَ .

(الْمَادَّةُ 613) الْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ هِيَ الْكَفَالَةُ الَّتِي يُكْفَلُ فِيهَا شَخْصٌ. أَيْ أَنَّ الْكَفَالَةَ بِالنَّفْسِ هِيَ الْكَفَالَةُ بِتَسْلِيمِ شَخْصٍ مَعْلُومٍ.

(الْمَادَّةُ 614) الْكَفَالَةُ بِالْمَالِ هِيَ الْكَفَالَةُ بِأَدَاءِ مَالٍ.

(الْمَادَّةُ 615) الْكَفَالَةُ بِالتَّسْلِيمِ هِيَ الْكَفَالَةُ بِتَسْلِيمِ الْمَالِ.

(الْمَادَّةُ 616) الْكَفَالَةُ بِالدَّرَكِ هِيَ الْكَفَالَةُ بِأَدَاءِ ثَمَنِ الْمَبِيعِ وَتَسْلِيمِهِ أَوْ بِنَفْسِ الْبَائِعِ إنْ اسْتَحَقَّ الْمَبِيعَ"".(4)

عبارات مذکورہ بالا سے کفالت کی بنیادی طور پر تین قسمیں معلوم ہوئی۔

1۔ شخصی کفالت (Personal Guarantee): جس میں کفیل خود یا مکفول لہ (جس کے حق کو وصول کرنے کی کفیل نے ضمانت دی ہو) بوقت ضرورت ان دو میں سے کوئی ایک پیش ہو۔

2۔ مالی کفالت (Financial Guarantee): جس میں کفیل کسی کے مال کی ادائیگی کے لئے ضمانت دے۔

3۔ کفالہ بالتسلیم (Delivery Guarantee): جس میں کفیل کسی کے مال کو سپرد کرنے تک کی ضمانت دے۔

کفالت کی ان تین قسموں کا براہ راست تعلق ایجاب و قبول سے ہے اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ایجاب و قبول کی مختلف جائز صورتوں کا اثبات فقہ کی مشہور اصطلاح بیع تعاطی سے ہے۔ چنانچہ بیع تعاطی کا مختصر تحقیقی جائزہ پہلے ملاحظہ فرمائیں تاکہ کفالت میں پائے جانے والے اشکالات کے تحقیقی جائزہ کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

بیع تعاطی کا مختصر تحقیقی جائزہ:

ان اشکالات کو زیر بحث لانے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ بیع تعاطی کی فقہاء کے نزدیک راجح تعریف اور اسکی اقسام نیز بیع تعاطی کی شرعی حیثیت کے تعین میں فقہاء کا اختلاف اور موجودہ دور میں بیع تعاطی کے رائج جدید مروجہ طریقوں کی اسلام میں جواز اور عدم جواز یا حلت و حرمت پر فقہاء کرام کی متفق آراء کیا ہیں۔

بیع تعاطی کی تعریف:

خرید و فروخت میں فریقین کی طرف سے ایک طرف زبانی ایجاب اور دوسری طرف سے عملاً قبول سے جو بیع منعقد ہو اسے بیع تعاطی کہتے ہیں کیونکہ شرعی نقطہ نگاہ سے مطلقاً بیع کے قطعی ثبوت کے لئے ایجاب و قبول شرط ہے اس شی کو بطور قبضہ دینا شرط نہیں۔ در مختار میں ہے۔

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"اما القول فالایجاب والقبول وھما رکنہ ---الیٰ ان قال----- وحکمہ ثبوت الملک الخ"-(5)

فقہاء کے نزدیک بیع تعاطی یہ ہے کہ عاقدین عقد بیع کے وقت زبان سے ایجاب یا قبول نہ کریں بلکہ زبان سے ایجاب وقبول کئے بغیر مشتری(خریدار)چیز کی قیمت بائع(فروخت کنندہ)کو پکڑادے اور بائع وہ چیز مشتری کو دیدے،نہ بائع یہ کہے کہ میں نے یہ چیز فروخت کی اورنہ مشتری یہ کہے کہ میں نے یہ چیز خریدی۔(6)

الحاصل بیع تعاطی کی دو قسموں میں ایک قسم یہ ہے کہ ایک شخص زبان سے ایجاب کا تلفظ کرے اور دوسرا بغیر تلفظِ زبان کے اپنے عمل سے اس سودے کو قبول کر لے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ دونوں فریق زبان سے کچھ کہے بغیر خرید وفروخت کریں مثلاً مشتری(خریدار)جس سامان پر قیمت لکھی ہوئی ہو اٹھالے اور بائع(دکاندار)اس قیمت کو لے لے اور مشتری(خریدار)سودا لے کر چل پڑے۔

جمہور فقہاء کا بیع تعاطی کے جواز پر اجماع اور امام شافعیؒ کا عدم جواز کے ثبوت میں دلیل کا سہارا:

"المغنی"اور"فتح القدیر"کے حوالہ سے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب رقمطراز ہیں۔کہ

جمہور فقہاء کے نزدیک "بیع تعاطی"یا"بیع معاطاۃ"کی دونوں قسمیں جائز ہیں بشرطیکہ یہ عقد آپس کی رضامندی کے ساتھ طے پائے البتہ امام شافعیؒ کے مشہور مذہب کے مطابق بیع تعاطی جائز نہیں،اس لئے کہ ان کے نزدیک بیع ایجاب وقبول پر موقوف ہوتی ہے،اور بیع تعاطی کے اندر ایجاب وقبول دونوں یا ایک موجود نہیں۔لیکن کتب شافعیہ کی طرف مراجعت کرنے سے امام شافعیؒ کے دوسرے اقوال کے مطابق معمولی اشیاء اور عرف میں جاری سودے اور تاجروں اور عام آدمیوں کی اس سودے سے شناسائی کی صورت میں بیع تعاطی جائز ہے لیکن قیمتی اور نفیس اشیاء میں بیع تعاطی جائز نہیں۔یہ علامہ ابن سریجؒ اور رویانیؒ کا قول ہے۔(7)

مذہب جمہور کی دلیل کے طور پر یہاں صرف علامہ ابن قدامہؒ کی عبارت "المغنی"سے اصل عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

"وَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ أَنَّ الْبَيْعَ لَا يَصِحُّ إلَّا بِالْإِيجَابِ، وَالْقَبُولِ. وَذَهَبَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ إلَى مِثْلِ قَوْلِنَا.وَلَنَا، أَنَّ اللَّهَ أَحَلَّ الْبَيْعَ، وَلَمْ يُبَيِّنْ كَيْفِيَّتَهُ، فَوَجَبَ الرُّجُوعُ فِيهِ إلَى الْعُرْفِ، كَمَا رُجِعَ إلَيْهِ فِي الْقَبْضِ وَالْإِحْرَازِ وَالتَّفَرُّقِ،وَالْمُسْلِمُونَ فِي أَسْوَاقِهِمْ وَبِيَاعَاتِهِمْ عَلَى ذَلِكَ، وَلِأَنَّ الْبَيْعَ كَانَ مَوْجُودًا بَيْنَهُمْ، مَعْلُومًا عِنْدَهُمْ"-(8)

ترجمہ:اور مذہب شافعیؒ میں بیع(سودا)اس وقت تک تام(مکمل)نہیں جب تک دونوں فریقین کے درمیان ایجاب وقبول نہ ہو اور بعض اصحاب شوافع کے اقوال ہمارے(احناف)مذہب کی مثل ہیں۔اور ہمارے(مذہب احناف)کے نزدیک(بیع تعاطی کے جواز میں)یہ دلیل ہے کہ اللہ رب العزت نے بیع کو مطلقاً حلال کہا ہے اور اس کی کیفیت بیان نہیں کی،پس واجب ہے کہ عرف کی طرف رجوع کیا جائے جیسے "قبض"،"احراز"اور"تفرق"میں عرف کی طرف رجوع کیا گیا کہ جس کے تحت مسلمان بازاروں میں بعض بیوعات(سودوں)میں عرف کے مطابق لین دین کرتے ہیں اور سودا کرنے کا(عرف پر محمول)طریقہ لوگوں کے درمیان موجود ہے اور ان کے ہاں معلوم ہے۔

بہر حال چند قیودات وشرائط کے ساتھ بیع تعاطی کا عرف پر محمول بغیر ایجاب وقبول کے یہ معاملہ سلف وخلف میں جاری وساری رہا جس کی تائید میں حبشہ کے ہدایا اور صدقات کی مثالیں"صحیح بخاری"اور"المغنی ابن قدامہ"کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ □ - إذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ: أَهَدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ؟ . فَإِنْ قِيلَ: صَدَقَةٌ. قَالَلِأَصْحَابِهِ: كُلُوا. وَلَمْ يَأْكُلْ، وَإِنْ قِيلَ: هَدِيَّةٌ. ضَرَبَ بِيَدِهِ، وَأَكَلَ مَعَهُمْ.» وَفِي حَدِيثِ سَلْمَانَ، حِينَ جَاءَ إلَى النَّبِيِّ □- بِتَمْرٍ، فَقَالَ: هَذَا شَيْءٌ مِنْ الصَّدَقَةِ، رَأَيْتُك أَنْتَ وَأَصْحَابَك أَحَقَّ النَّاسِ بِهِ. «فَقَالَ النَّبِيُّ □- لِأَصْحَابِهِ: كُلُوا. وَلَمْ يَأْكُلْ» ثُمَّ أَتَاهُ ثَانِيَةً بِتَمْرٍ، فَقَالَ: رَأَيْتُك لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، وَهَذَا شَيْءٌ أَهْدَيْتُهُ لَك. «فَقَالَ النَّبِيُّ □-: بِسْمِ اللَّهِ. وَأَكَلَ.» وَلَمْ يُنْقَلْ قَبُولٌ وَلَا أَمْرٌ بِإِيجَابٍ. وَإِنَّمَا سَأَلَ لِيَعْلَمَ، هَلْ هُوَ صَدَقَةٌ، أَوْ هَدِيَّةٌ، وَفِي أَكْثَرِ الْأَخْبَارِ لَمْ يُنْقَلْ إيجَابٌ وَلَا قَبُولٌ، وَلَيْسَ إلَّا الْمُعَاطَاةُ، وَالتَّفَرُّقُ عَنْ تَرَاضٍ يَدُلُّ عَلَى صِحَّتِهِ-"(9)

ترجمہ ومفہوم:حضرت ابوھریرہ(رض)سے روایت ہے جب آپ ﷺ کی خدمت میں کسی شخص کی طرف سے کھانا لایا جاتا تو آپ اس سے پوچھتے کہ یہ ھدیہ ہے کہ صدقہ؟اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے۔تو آپ ﷺ صحابہ سے کہتے!کہ کھالو اور خود نہ کھاتے،اور جب یہ کہا جاتا کہ یہ کھانا ہدیہ ہے تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے لوگوں کو اشارہ ترغیب دیتے ہوئے ان کے ساتھ کھاتے۔اسی طرح حدیثِ سلمان میں ہے،جب سلمان(رض)چند کھجوریں حضور ﷺ کی خدمت میں لائے،پس سلمان نے کہا کہ میرے نزدیک یہ صدقہ کی کھجوریں آپ اور آپ کے صحابہ کو لوگوں سے زیادہ(کھلانے کا)حق رکھتی ہیں تو پس

Vol.4 No.4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو کھانے کا حکم کیا اور خود نہ کھائیں۔دوبارہ سلمان آپ ﷺ کی خدمت میں اور کھجوریں لائے اور کہا کہ میں نے جانا کہ آپ ﷺ صدقہ کا کھانا نہیں کھاتے اس لئے اب یہ کھجوریں آپ کے لئے ہدیہ ہیں،پس آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر (ان کھجوروں کو) کھایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے صدقہ اور ہدیہ کے سوال پوچھنے کے ماسوا ایجاب وقبول میں سے کوئی لفظ نہیں بولے،اور اکثر روایات میں ایجاب وقبول کے الفاظ منقول نہیں تو گویا "معاطاۃ"یعنی تعاطی سے معاملہ تکمیل پذیر ہوا،اور اس معاملہ کے صحیح ہونے کے لئے کافی ہے کہ فریقین میں اس معاملہ پر جدائی رضامندی کے ساتھ طے ہوئی۔

خلاصہ کلام: معلوم ہوا احادیث کی روشنی میں جمہور فقہاء کا بیع تعاطی پر جواز قابلِ حجت ہے ۔ جب کہ امام شافعیؒ کا بیع تعاطی کے عدم جواز کے بارے میں "ایجاب وقبول"کی شرط کا پیش کرنا اس وقت کارآمد ہے جب مشتری(خریدار)اور بائع(فروخت کنندہ)کی باہم رضامندی سودے میں ثابت نہ ہو سکے جبکہ بیع تعاطی میں فریقین کی باہم رضامندی شرط ہے۔بہرحال اکثر ائمہ کرام کے پیش کردہ دلائل اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں بیع تعاطی کے جواز پر اتفاق ہے۔

بینک کے پاس کلائنٹ کے مال کا بطور امانت یا ضمانت وکفالت(قرض)ہونے میں فقہی اشکالات کا جائزہ:

کفالت ووکالت کے ضمن میں جہاں بیع تعاطی کو کلیدی حیثیت حاصل ہے وہاں شراکت کے تحت شرکۃ العنان اور شرکۃ المفاوضہ کو جانے بغیر مروجہ اسلامی بینکاری میں بیع تعاطی کے تحت نظامِ کفالت ووکالت پر ہونے والے اشکالات کی نشاندہی کرنا مشکل ہے۔چنانچہ اسی تناظر میں شرکۃ العنان اور شرکۃ المفاوضہ کے متعلق مختصر فقہی آگاہی ملاحظہ فرمائیں۔

شرکتِ عنان:

شراکتِ اموال،شراکتِ اعمال اور شراکتِ وجوہ ان تینوں اقسام میں دو یا دو سے زائد فریقوں کی شرکت اس حال میں ہو کہ اگر جملہ شرکاء راس المال(اصل مال Currant Amount)، نفع،تصرف،اجرت،ایک دوسرے کا کفیل بننے میں اور کسی فریق کے قرضہ لینے میں برابر کے شریک نہ ہوں تو اس کو شرکتِ عنان کہا جاتا ہے۔

اس شرکت میں ہر فرد جو معاملہ کرے گا دیگر شریک افراد کی طرف سے وہ وکیل متصور نہ ہوگا۔حوالہ "الموسوعہ الفقہیہ" سے ملاحظہ فرمائیں۔

"أَحْكَامٌ خَاصَّةٌ بِشَرِكَةِ الْعَنَانِ: أَوَّلاً - لَيسَ كُل مَا يَشْتَرِيهِ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ يَكُونُ لِلشَّرِكَةِ: لِأَنَّ الشَّرِيكَ الَّذِي لَيسَ بِيَدِهِ شَيْءٌ مِنْ رَأْسِ مَال الشَّرِكَةِ، لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَشْتَرِيَ لَهَا شَيْئًا مَا بِغَيْرِ إِذْنِ شَرِيكِهِ... ثَانِيًا: ذَهَبَ الْحَنَفِيَّةُ إِلَى أَنَّ الدَّيْنَ الَّذِي يَلْزَمُ أَحَدَ الشَّرِيكَيْنِ لاَ يُؤْخَذُ بِهِ الآْخَرُ... :ثَالِثًا - ذَهَبَ الْحَنَفِيَّةُ إِلَى أَنَّ حُقُوقَالْعَقْدِ الَّذِي يَتَوَلاَّهُ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ، قَاصِرَةٌ عَلَيْهِ: لِأَنَّهُ مَا دَامَ الْفَرْضُ أَنْ لاَ كَفَالَةَ، فَإِنَّ حُقُوقَ الْعَقْدِ إِنَّمَا تَكُونُ لِلْعَاقِدِ...رَابِعًا-ذَهَبَجُمْهُورُالْفُقَهَاءِ إِلَى أَنَّ نَفَاذَ تَصَرُّفِ شَرِيكِ الْعَنَانِ عَلَى شَرِيكِهِ يَخْتَصُّ بِالتِّجَارَةِ"..(10)

ترجمہ: شرکہ عنان کے احکام خاص ہیں۔اول یہ کہ شریکین میں سے کسی ایک نے اگر کوئی چیز خریدی تو وہ دونوں کے درمیان مشترک نہیں ہو گی۔کیونکہ شریک تصرف مال میں دوسرے شریک کے برابر حق نہیں رکھتا۔

دوم یہ کہ حنفیہ کے مذہب پر شریکین میں سے اگر کسی ایک شریک پر قرضہ لازم ہوتا ہے تو وہ دوسرے شریک پر لازم نہیں ہو گا(لہٰذا قرض کا مطالبہ صرف قرض لینے والے سے ہو گا)۔

سوم یہ کہ مذہبِ حنفیہ میں ایک شریک اگر کوئی عقد(معاہدہ) کرتا ہے تو اس معاہدہ کے حقوق دوسرے فریق پر لازم نہیں ہوں گے،کیونکہ جب تک یہ گمان ہے کہ فریقین میں سے کوئی ایک دوسرے کا کفیل نہیں ہے،معاہدے کے حقوق صرف معاہدہ کرنے والے فریق کے اوپر عائد ہوں گے۔

چہارم یہ کہ جمہور علماء کے نزدیک شرکۃِ عنان میں ایک شریک کا کوئی بھی تصرف(عمل)دوسرے شریک پر صرف اس صورت میں نافذ ہو گا جب کہ طے شدہ تجارتی معاملہ ہو،(ورنہ تصرف نافذ نہیں ہو گا)۔

پنجم یہ کہ نفع کی تقسیم شرکت کے معاہدے میں طے شدہ شرح فیصد اور نقصان سرمائے کے تناسب سے فریقین کے درمیان ہو گی۔

شرکتِ مفاوضہ:

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اگر مندرجہ بالا شرکتوں میں سے راس المال و نفع اور اجرت میں مساوات کی جملہ شرکاء کے درمیان شرط ہو تو اسے شرکتِ مفاوضہ کہا جاتا ہے جس میں ہر فرد جو بھی معاملہ کرے گا وہ دیگر شرکاء کی طرف سے وکیل اور بصورت کسی فریق کے قرضہ لینے کے دوسرے شرکاء کی طرف سے کفیل اور ضامن متصور ہو گا اور کسی معاملہ میں ایک شریک کا اقرار دوسرے شرکاء کے حق میں بھی اقرار متصور ہو گا۔

"أَحْكَامٌ خَاصَّةٌ بِشَرِكَةِ الْمُفَاوَضَةِ:
أَوَّلاً: كُل مَا اشْتَرَاهُ أَحَدُهُمَا فَهُوَ لِلشَّرِكَةِ إِلاَّ حَوَائِجَهُ وَحَوَائِجَ أَهْلِهِ الأْسَاسِيَّةَ... :
ثَانِيًا: مَا لَزِمَ أَحَدَ الشَّرِيكَيْنِ فِي الْمُفَاوَضَةِ مِنْ دَيْنِ التِّجَارَةِ، أَوْ مَا يَجْرِي مَجْرَاهَا. يَلْزَمُ الآْخَرَ، وَيَكْفِي إِقْرَارُهُ بِالدَّيْنِ لِيَتَرَتَّبَ عَلَيْهِ لُزُومُهُ لِلْمُقِرِّ بِمُقْتَضَى إِقْرَارِهِ، ثُمَّ لُزُومُهُ لِشَرِيكِهِ بِمُقْتَضَى كَفَالَتِهِ. وَهَذَا عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ...
ثَالِثًا: حُقُوقُ الْعَقْدِ الَّذِي يَتَوَلاَّهُ أَحَدُهُمَا فِي مَال الشَّرِكَةِ، مُسْتَوِيَةٌ بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِمَا. بِلاَ خِلاَفٍ بَيْنَ الْقَائِلِينَ بِالْمُفَاوَضَةِ
...رَابِعًا: تَصَرُّفُ الْمُفَاوِضِ نَافِذٌ عَلَيْهِ وَعَلَى شَرِيكِهِ فِي كُل مَا يَعُودُ عَلَى مَال الشَّرِكَةِ نَفْعُهُ: سَوَاءٌ أَكَانَ مِنْ أَعْمَال التِّجَارَةِ وَمُلْحَقَاتِهَا أَمْ مِنْ غَيْرِ ذَلِكَ... (11)

ترجمہ: اس عقد میں دونوں شریک، مال میں، تصرف کرنے میں، نفع میں، ایک دوسرے کا کفیل بننے میں اور قرضہ وغیرہ کی ذمہ داری میں ایک دوسرے کے برابر کے شریک ہوں گے۔ اس کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

اول یہ کہ شریکین میں سے جو بھی کوئی چیز خریدے گا وہ دونوں کے درمیان مشترک ہو گی، سوائے اپنے ذاتی حوائج اور اپنے گھر کی ضروری اشیاء کے۔

دوم یہ کہ شریکین میں سے اگر کسی پر قرضہ لازم ہوتا ہے تو وہ دوسرے پر بھی لازم ہو گا، لہٰذا قرض خواہ دوسرے فریق سے بھی مطالبہ کر سکے گا۔

سوم یہ کہ ایک شریک اگر کوئی معاہدہ کرتا ہے تو اسمعاہدہ کے حقوق دوسرے فریق پر بھی لازم ہوں گے۔

چہارم یہ کہ ایک شریک کا کوئی بھی تصرف اس کے دوسرے شریک پر نافذ ہو گا۔

پنجم یہ کہ فریقین کے درمیان نفع اور نقصان برابری کی بنیاد پر تقسیم ہو گا۔

شرکت مفاوضہ اور شرکتِ عنان کی سہل تشریح "کتاب الفقہ" سے مکمل بحث کے ساتھ تلخیصاً ملاحظہ فرمائیں۔

""(الف) شرکت مال کی دو صورتیں ہیں جو کہ شرکت مفاوضہ اور شرکتِ عنان کے اعتبار سے ہیں۔

1) شرکت مال کی پہلی صورت میں شرکتِ مفاوضہ یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ اشخاص مشترکہ طور پر یہ معاہدہ کر لیں کہ وہ باہم مل کر کام کریں گے اور شرط یہ ہو گی کہ دونوں کا سرمایہ خرچ کے برابر یکساں اختیار اور مذہب کے ایک ہو گا اور دونوں میں سے ہر ایک تمام ضروری کاموں میں اور خرید و فروخت میں ایک دوسرے کے ذمہ دار ہوں گے گویا دونوں شرکاء امور متعلقہ شرکت میں ایک دوسرے کے وکیل ہوں گے۔ اس معاہدہ کے تحت شرکاء مفاوضہ میں سے کسی ایک کا سرمایہ دوسرے کے سرمایہ سے کم نہ ہو اور سرمایہ مال ایسی شی ہو جس میں شرکت درست ہوتی ہو یعنی سرمایہ نقدی کی صورت میں ایسا نہ ہو کہ ایک نے ہزار اشرفی لگائی ہو اور دوسرے نے پانچ سو۔ مگر مال دونوں کا برابر ہو لیکن شرکاء میں سے اگر ایک کا سامانِ تجارت کا مال اور مکان بھی ہو تو یہ ممکن ہو گا کہ ان میں سے ایک کا حقِ تصرف دوسرے کے حق تصرف کے مقابلہ میں کم ہو۔ نابالغ بچے اور بالغ شخص کے درمیان یہ معاہدہ درست نہ ہو گا۔ اور اسی طرح آزاد شخص اور ماذون غلام (آزاد ہونے والے غلام) کے درمیان معاہدہ درست نہ ہو گا۔ اسی طرح مختلف مذہب رکھنے والے اشخاص کے درمیان بھی مشارکت درست نہیں ہے پس مسلم اور کافر کی شرکت صحیح نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے مال میں تصرف کی یکسانیت کیلئے دین میں یکسانیت لازم ہے۔ بعض اصحاب کہتے ہیں کہ شرکاء باہم مختلف مذاہب کے ہوں تو شرکت مفاوضہ درست ہے البتہ مکروہ ہے اور یہ شرط شرکت کفالت اور شرکت وکالت یعنی مشترکہ ذمہ داری اور مشترکہ نمائندگی میں بھی ہے اگر شرکت کے معاملہ میں یہ شرط ملحوظ نہ رکھی گئی ہو تو شرکت درست نہ ہو گی۔

2) شرکتِ مال کی دوسری صورت میں شرکتِ عنان یہ ہے۔ کہ دو اشخاص تجارت کی مختلف چیزوں میں سے کسی ایک شی کی تجارت مشترکہ طور پر کریں مثلاً گندم یا روئی کی تجارت میں شریک ہوں یا پھر ہر قسم کے مال تجارت میں شریک ہوں اس میں کفالت کی شرط نہیں رکھی جاتی یعنی فریقین ایک دوسرے کے نقصان یا مال کے ذمہ دار نہیں ہوتے اور کفالت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کی نمائندگی

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

توکرتا ہے لیکن دوسرے کے نقصان کا ذمہ دار نہیں ہوتا لہٰذا یہ شرکت مسلمان اور کافر کے درمیان نیز نابالغ یا غلام ماذون (جس کو مالک نے اجازت دے رکھی ہو) اور بالغ شخص کے درمیان ہو سکتی ہے اور اس میں راس المال یعنی سرمایہ کے حصص کا برابر ہونا بھی شرط نہیں ہے غرض مالی شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان میں فرق یہ ہے کہ شرکتِ مفاوضہ میں شرکاء کفالت کے اہل ہوتے ہیں۔اس لحاظ سے کہ شرکاء بالغ آزاد اور ہم مذہب ہوتے ہیں اور سرمایہ میں سب کا حصہ برابر ہوتا ہے۔شرکتِ عنان میں یہ شرط نہیں ہوتی۔

(ب) شرکتِ اعمال کی بھی دوصورتیں ہیں جو کہ شرکت مفاوضہ اور شرکتِ عنان کے اعتبار سے ہیں۔

1) شرکتِ اعمال میں شرکتِ مفاوضہ کی پہلی صورت کو شرکتِ ابدان مفاوضہ بھی کہتے ہیں اس شرکت کے معاہدہ میں لفظ مفاوضہ یا اس کا ہم معنی لفظ استعمال کیا جاتا ہے بایں طور کہ فریقین صنعتکار باہم یہ شرط کریں گے کہ ہم مل کر کام ہاتھ میں لیں گے اور نفع نقصان میں باہم برابر کے شریک ہوں گے اور یہ کہ ہر حالت میں جو بسلسلہ شرکت کار پیش آئے اس میں باہم ایک دوسرے کے ذمہ دار ہوں گے۔

2) شرکتِ اعمال کی دوسری صورت شرکتِ عنان ہے اور وہ یہ ہے کہ شرکاء کے کام اور اجرت میں تعاون کی شرط طے ہوئی ہو یا بایں طور کہ مثلاً شرکاء کار یہ طے کریں کہ ان میں سے ہر ایک کو کارکردگی کے صلہ میں دو تہائی ملے گا اور دوسرے کو ایک تہائی اور نفع نقصان بھی اسی نسبت سے ہو گا۔یہی حکم اس صورت میں ہو گا جب کہ معاہدہ میں لفظ عنان استعمال کیا جائے۔یعنی عنان ایسی شرکت کو کہتے ہیں جس میں شرکاء کے درمیان امتیاز روا رکھا گیا ہو۔

ج) بعینہ شرکتِ وجوہ کی بھی شرکتِ اموال اور اعمال کی طرح دوصورتیں ہیں جو شرکتِ مفاوضہ اور شرکتِ عنان سے متعلق ہیں۔

1) شرکتِ وجوہ میں شرکتِ مفاوضہ کی پہلی صورت یہ ہے کہ دونوں شرکاء کفالت کے اہل یعنی ایک دوسرے کی ذمہ داری اٹھانے والے ہوں اور یہ کہ دونوں آدھے آدھے مال کے خریدار متصور ہوں گے یعنی دونوں میں ہر ایک پر دام کی ادائیگی واجب ہو گی اور ساتھ یہ کہ نفع میں برابر کے شریک ہوں گے اور معاہدے میں مفاوضہ باہم سپردگی یک دیگر کے الفاظ استعمال کریں گے اور اس کے مفہوم کی گہرائی بتادی جائے گی۔پس شرکاء میں سے ہر ایک مطالبات اور واجبات یعنی لین دین کی ذمہ داری میں دوسرے کا وکیل ہو گا۔

2) دوسری صورت شرکت وجوہ کی عنان میں یہ ہے کہ جس میں یہ تمام قیود عائدنہ کی جائینگی یعنی دونوں باہمی کفالت قبول نہ کریں گے اور جو مال انہوں نے خریدا ہے ان میں باہم کمی بیشی ہو گی مثلاً ایک شریک صرف ایک چوتھائی مال خریدے اور دوسرا باقی تمام مال تین چوتھائی خریدے اور ایسی کوئی شرط نہ ہو جس سے مفاوضت باہم سپردگی کے دیگر سمجھی جائے""۔(12)

"معدن الحقائق" میں ہے۔

""کہ آئمہ ثلاثہ شرکتِ مفاوضہ کے قائل نہیں ہیں۔امام مالکؒ نے تو یہاں تک کہ دیا ہے کہ "لا اعرف ما المفاوضتہ" اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے۔کیونکہ اس میں مجہول الجنس کی وکالت اور کفالت ہوتی ہے اور یہ جائز نہیں۔لیکن استحساناً جائز ہے۔اور وجہ جواز تعامل الناس ہے کہ عام طور پر اسی قسم کا معاملہ بلا نکیر کیا جاتا ہے اور تعامل الناس کے سامنے قیاس متروک ہوتا ہے۔

رہا مجہول الجنس کی وکالت کا ناجائز ہونا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وکالت بالمجہول گو قصداً جائز نہیں لیکن ضمناً جائز ہے جیسے بضمن مضاربت مجہول شی کی خریداری کی وکالت جائز ہوتی ہے۔

دوسری قسم شرکتِ عنان ہے جو صرف متضمن وکالت ہوتی ہے اس میں دونوں شریکوں کا مال اور نفع برابر ہو یا کم وبیش دونوں تجارت کریں یا صرف ایک بہر صورت شرکت عنان صحیح ہے لیکن اگر پورا نفع کسی ایک کیلئے قرار دے دیا گیا ہو تو شرکت عنان صحیح نہ ہو گی کیونکہ اس صورت میں شرکت نہیں رہتی بلکہ بضاعت (سامان) یا قرض ہو جاتا ہے اگر پورا نفع عامل کیلئے ہو تو قرض اور صاحب مال کیلئے ہو تو بضاعت اور اگر شریکین میں سے ہر ایک کے بعض مال کے ذریعے ہو تب بھی شرکت صحیح ہے کیونکہ شرکتِ عنان میں مساوات شرط نہیں نیز مختلف الجنس کے ساتھ بھی صحیح ہے کیونکہ ہمارے یہاں عنان کیلئے اختلاط بھی شرط نہیں""۔(13)

JAHAN E TAHQEEQ

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

Vol.4 No.4 2021

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ شرکتِ مفاوضہ یعنی تفویض بمعنی مساوات برابری سے سونپنے کے ہیں یعنی ہر چیز میں دونوں فریق ایک دوسرے کو برابری کی بنیاد پر حقوق تفویض (سپرد) کریں چنانچہ اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ شرکتِ مفاوضہ کی صحت کیلئے چند شرائط ہیں۔

۱) شرکتِ مفاوضہ وکالت اور کفالت ہر دو کو متضمن ہے یعنی شریکین میں ہر ایک دوسرے کا وکیل بھی ہو اور اس کی طرف سے کفیل بھی ہو۔ تاکہ مقصود یعنی خرید کردہ شی میں شرکت کا واقع ہونا محقق ہوسکے، کیونکہ ایک شریک جو چیز خریدے گا اسکو دوسرے کی ملک میں اس وقت داخل کرسکتا ہے جب اس کو اس کی ولایت حاصل ہو اور یہاں ولایت، وکالت کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

(۲) دونوں شریک مال میں برابر کے شریک ہوں۔ (۳) دونوں فریق تصرفات (عمل) میں برابر کے شریک ہوں۔

(۴) دونوں فریق دین (قرض) میں برابر کے شریک ہوں۔

کفالت وضمانت صرف اس حق کی معتبر ہے جو حق اسلامی فقہ کی رو سے واجب کا درجہ رکھتا ہو:

وکیل (Agent) وکالت (Agreement) ، کفیل (Guarantor) وکفالت (Guarantee) یا ضامن وضمانت، محیل وحوالہ، تجارت واستثمار سے متعلق تمام تر تمہیدی بنیادی ابحاث اور لغوی واصطلاحی تعارف ملاحظہ کر لینے کے بعد غیر سودی بینکاری (مروجہ اسلامی بینکاری) میں کفالت وضمانت سے متعلق جو سودی اشکالات وتحفظات پائے جاتے ہیں ان کو آسان الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

1)۔ بینک یا کسی شخص کے پاس کلائینٹ کی رقم اگر بطور امانت ہو تو امانت میں کسی قسم کا تصرف شریعت کی رو سے حرام ہے اور مالِ امانت میں قدرتی حادثہ کی صورت میں نقصان آنے پر تاوان یا ضمان نہیں۔ جب کہ بینک مالِ امانت میں اپنے کلائینٹ سے پیشگی اگریمنٹ کے تحت مالِ امانت کی رقم کو خرچ کرنے کے ارادہ سے وصول کرتا ہے جو عند الشرع امانت کی بجائے قرض کے حکم میں ہو جاتا ہے اور قرض پر کلائینٹ کو کسی قسم کا بینیفٹ (فائدہ، منافع یا سہولیات) کا اس قرض کے ضمن میں دینا سود کے حکم میں ہے۔

2)۔ بینک یا کسی شخص کے پاس کلائینٹ کی رقم اگر بطور تجارت (انوسٹمنٹ، سرمایہ کاری) کے تحت ہو تو تجارت میں فکسڈ منافع یا سو فیصد رقم کی واپسی کی یقین دھانی سود کے حکم میں ہے۔ جب کہ کنوینشنل بینکوں میں مال تجارت پر فکسڈ منافع اور سرمایہ کاری کے مال میں سو فیصد سرمایہ کی واپسی پر ضمانت یقینی ہوتی ہے اور غیر سودی بینکاری میں اجارہ کی صورت میں کچھ علمی پیچیدگیاں اور فقہی اعتراضات ہیں جن پر الگ باب میں تجزیاتی بحث کی جائیگی۔

3)۔ بینک یا کسی شخص کے پاس کلائینٹ کی رقم یا مثلی اشیاء مثلاً سونا چاندی وغیرہ اگر بطور قرض رکھے گئے ہوں اور مقصد اپنی اشیاء کو بینک کے پاس محفوظ کرنا مقصود ہو تو بینک سے ان اشیاء کے قرض رکھنے کے عوض کسی قسم کا منافع یا سہولیات کا حاصل کرنا سود کے زمرہ میں آتا ہے ہاں البتہ حفاظت پر الگ سروس چارجز وصول کرنے میں اشکال ہے۔ چنانچہ اگر یہ اشیاء بینک بطور قرض لیتا ہے نہ کہ بطور امانت اور اپنے فائدہ کے حصول کی خاطر اپنے پاس رکھتا ہے جس پر وہ کلی طور پر مال کی واپسی کی ضمانت بھی دیتا ہے تو یہ سود کے حکم میں ہے ہاں البتہ لاکرز میں رکھنے کی صورت میں ان اشیاء پر بینک کو سروس جارجز دیتے ہوئے رکھنا جائز ہے۔

4)۔ غیر سودی بینک اپنے کلائنٹ کو قرض نہیں دیتے جو سراسر قرآنی نصوص کی رو سے قرض دینے کے حکم کی صریحاً مخالفت ہے جبکہ کنوینشنل بینک اپنے کلائنٹ کو قرضہ دینے پر سود یا رہن رکھنے پر اس رہن میں تصرف اور فائدہ کے حصول کو مد نظر رکھتے ہوئے پالیسی بناتے ہیں اور مقروض کے مالِ رہن میں تصرف کرتے ہیں جو سود کے زمرہ میں آتا ہے جبکہ غیر سودی بینک اپنے کلائینٹ کو قرض دینے کی بجائے جس چیز کے حصول کی خاطر کلائنٹ قرض لینا چاہتا ہے اسے وہ چیز مہیا کرتے ہیں اور اسے بطور اجارہ (کرایہ، رینٹ پر) دے کر اس چیز سے تبدیلی جنس کی فقہی اصول کو سامنے رکھ کر فائدہ حاصل کرتے ہیں اور جب تک وہ اپنی مقرر شدہ قیمت کو کرایہ یا ٹھیکہ کی مد میں وصول نہیں کر لیتے اس وقت تک وہ چیز اجیر کی ملکیت میں دینے کی بجائے اپنی ملکیت میں رکھتے ہیں اور قیمت وصول کر لینے کے بعد وہ چیز اپنے کلائینٹ کو ھبہ یا ہدیہ کر دیتے ہیں چنانچہ فقہ اسلامی کی رو سے مروجہ اسلامی بینکنگ کے اس کفالت کے اس نظام میں بعض اہل علم حضرات کے اشکالات ہیں جو بسا اوقات ان تاویلات سے حیلہ سود کو ثابت کرتے ہیں۔

بہر حال مذکورہ بالا چاروں اشکالات سے متعلق بالترتیب مختصراً شرعاً اصولی تجزیات سے معلوم ہوا۔

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

کہ بینک کے پاس جب کوئی کلائینٹ اپنا مال بطور حفاظت رکھنا چاہے تو صرف ایک ہی صورت جواز کی ہے کہ ایسے مال یا سرمایہ کو بینک یا کفیل کے پاس بطور قرض رکھا جائے جس پر کسی قسم کے منافع کا حصول ووصول نہ ہو تو تب یہ مال مکمل حفاظت کی واپسی کے ساتھ لیا یا دیا جاسکتا ہے لہٰذا کنوینشنل بینکوں میں کرنٹ اکاؤنٹ کے تحت اپنی رقوم اور سونے چاندی کے زیور رکھے جاتے ہیں وہ دراصل بینک کے پاس اشیاء مثلی کے حکم کے تحت قرض کے حکم میں ہوتے ہیں کیونکہ بینک اس مال میں تصرف کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ مال امانت کی بجائے بینک پر قرض ہو جاتا ہے چنانچہ بینک کے پاس مالِ مثل فقط جواز کی حد تک رکھنا جائز ہے لیکن باوجود جواز کے کنوینشنل بینکوں میں اپنے مال یا سرمایہ کو کرنٹ اکاؤنٹ میں بطور قرض رکھنا بھی سودی کاروبار کو فروغ دینے کے مترادف ہے اور قرآنی آیت نص "ولا تعاونو علی الاثم والعدوان " سے انحراف کے مترادف ہے۔

لہٰذا سودی لین دین کو فروغ دینے اور اس کی اعانت سے بچنے کی خاطر اپنی اماؤنٹ کو بینک کے پاس بینک کے لاکرز میں رکھنے کا انتخاب کرنا چاہیئے جہاں ان اشیاء مثلی یا کسی بھی مال کو رکھنے کی شرعی حیثیت امانت کے حکم میں ہوتی ہے چونکہ بینک کو لاکرز کے مال کے استعمال کی اجازت نہیں ہوتی اور وہ فقط اس مالِ امانت کی حفاظت پر بطور سروس چارجز اس مال کی حفاظت کے ضمن میں اجرت وصول کرتا ہے اور بصورت دیگر اگر قدرتی آفت یا ڈکیتی وچوری کی صورت میں شرعاًبینک اس مال کے ضائع ہونے پر تاوان دینے کا ذمہ دار نہیں ہوتا کیونکہ امانت کے مال کے ضائع ہونے پر شرعاً کوئی تاوان یا چٹی عائد نہیں ہوتی البتہ اگر بطور استحسان بینک تاوان دینا چاہے تو دے سکتا ہے جو کلائنٹ پر احسان ہے بشر طیکہ ایگریمنٹ کا حصہ نہ ہو۔

بطور قرض مالِ مثلی مثلاً سونا چاندی یا رقم کو بینک کے پاس رکھنے پر بینک کو سرمایہ کاری کرنے کی اجازت کا جواز مشہور بدری اور عشرہ مبشرہ صحابی اور حضور نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے ثابت ہے کہ جب لوگ ان کی دیانت و تقویٰ کی وجہ سے ان کے پاس اپنی رقوم وغیرہ امانت رکھواتے تو زبیر بن عوام ان سے مال بطور امانت لینے کی بجائے قرض لے لیتے کیونکہ مال کو امانت رکھوانے کی صورت میں قدرتی آفت سے ہلاکت کی صورت میں ضمان یعنی تاوان نہیں جس سے مالِ امانت کے ضائع ہونے کا احتمال ہے جبکہ قرض کی صورت میں مال کی ضمانت بطور تاوان عائد ہوتی ہے، چنانچہ حضرت زبیر اس قرض کے مال کو اپنی تجارت میں لگاتے جس سے ان کو جو نفع یا نقصان آتا وہ اس کے خود ذمہ دار ہوتے اور آپ کی وفات کے وقت آپ پر 22 لاکھ درہم کا قرضہ تھا باوجود اسکے کہ ان کے بیٹے عبد اللہ بن زبیر نے نہ صرف ان کا قرضہ ان کے ترکہ سے مکمل طور پر اتارا بلکہ اس سے زائد رقم زبیر بن عوام کے ترکہ سے ان کے ورثاء میں تقسیم کی گئی۔(14)

پہلی بات اس واقعہ سے یہ معلوم ہوئی کہ جس طرح قرض کسی مفلس یا حاجت مند کو دیا جاتا ہے بعینہ قرض کسی کو اپنے مال کی حفاظت کی خاطر بھی دیا جاسکتا ہے کیونکہ ہر وہ مال جو کسی کو اس میں تصرف کی اجازت سے دیا جائے وہ مال امانت نہیں رہتا بلکہ وہ قرض ہو جاتا ہے اور قرض کا مال مقروض کے پاس مضمون ہوتا ہے اور وہ اس مال کے قدرتی آفت یا اپنے ہی کسب سے ضائع ہونے کی صورت میں اس مال کے نقصان پر تاوان کا وہ کفیل یعنی مکمل مال لوٹانے کا ضامن ہوتا ہے۔

دوسری بات اس واقعہ یہ معلوم ہوئی کہ قرض میں دیا ہوا مالِ مثل عین مال نہ ہو بلکہ نقدی کی صورت میں سونا چاندی یا کرنسی کے نوٹ ہوں تو ایسی صورت میں عین مال کی واپسی ضروری نہیں بلکہ اس مالِ مثل یا اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔ لیکن مال مثل کی واپسی میں اصل مالِ مثل کی جنس میں کوئی کمی وبیشی نہیں کی جاسکتی ورنہ سود لازم آئے گا۔

تیسری بات اس واقعہ سے یہ معلوم ہوئی کہ کفالت وضمانت کے اس مال میں قرض کے علاوہ اگر کوئی شخص یا بینک کسی اپنے کلائنٹ سے استثمار (انوسٹمنٹ) سرمایہ کاری کرنا چاہے تو اب یہ سرمایہ کاری اصول تجارت کے تحت بطور مضاربت یا شراکت یا اجارہ ومرابحہ یا تولیہ وغیرہ پر ہو گی تو ایسی سرمایہ کاری میں نقصان آنے کی صورت میں تجارت میں لگائے گئے مال یا رقم کی سو فیصد واپسی یا پیشگی متعین نفع مقرر کرنے کی ضمانت یا کفالت وہ اپنے پارٹنر کو نہیں دے سکتا کیونکہ ضمانت و کفالت اس حق کی ہو سکتی ہے جو حق واجب ہو جبکہ سرمایہ کاری میں مضاربت یا شراکت کے مال میں نقصان آنے کی صورت میں اس مال کی مکمل واپسی فقہ اسلامی کی رو سے حق واجب کے حکم میں نہیں۔ جس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ "فتاوٰی عالمگیری" میں ہے۔

"ولا یجوز الکفالۃ بالامانات کالودائع واموال المضاربات والشرکات لان ھذہ الاشیاء غیر مضمونۃ لا عینھا ولا تسلیمھا۔ (15)

ترجمہ: امانت، مضاربت وشرکت کے اموال کی ضمانت لینا جائز نہیں ہے کیونکہ ان اشیاء کی نہ ذات قابل ضمانت ہے اور نہ ان کا حوالہ کرنا۔

Vol.4 No.4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

فقہ حنبلی کے مشہور امام ابن قدامہ "الشرح الکبیر علی متن المقنع" میں لکھتے ہیں۔

"(ولا يصح ضمان الأمانات كالوديعة ونحوها إلا أن يضمن التعدي فيها) أما الأمانات كالوديعة والعين المؤجرة والشركة والمضاربة والعين المدفوعة الى الخياط والقصار فإن ضمنها من غير تعد فيها لم يصح لأنها غير مضمونة على صاحب اليد فكذلك على ضامنه".(16)

ترجمہ: (ودیعت اور اس جیسی چیزوں کی طرح امانتوں کا ضمان بھی صحیح نہیں ہے مگر ان میں تعدی (زیادتی) کی صورت میں صحیح ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ امانتیں دراصل ودیعت، اجرت والی چیز، شرکت، مضاربت، اور درزی اور رنگ ساز کو دی جانے والی چیزوں کی طرح ہیں اگر ان میں تعدی کئے بغیر کوئی ضامن بناتو صحیح نہیں ہے اس لئے بلاتعدی ان چیزوں کا ضامن بنااس پر بھی نہیں ہے جس کے قبضہ میں یہ موجود ہیں اور یہی حکم ضامن کا ہے۔

"وَضَمَانُ الْخُسْرَانِ بَاطِلٌ لِأَنَّ الضَّمَانَ لَا يَكُونُ إلَّا بِمَضْمُونٍ وَالْخُسْرَانُ غَيْرُ مَضْمُونٍ عَلَى أَحَدٍ، حَتَّى لَوْ قَالَ بَايِعْ فِي السُّوقِ عَلَى أَنَّ كُلَّ خُسْرَانٍ يَلْحَقُك فَعَلَيَّ أَوْ قَالَ لِمُشْتَرِي الْعَبْدِ إنْ أَبَقَ عَبْدُك هَذَا فَعَلَيَّ لَا يَصِح".(17)

ترجمہ:اور (کسی چیز کے نقصان) خسارے کا ضمان باطل ہے اس لئے کہ ضمان کے لئے مضمون (ملاہوا) ہوناضروری ہے اور خسارہ کسی بھی چیز کے ساتھ ملاہوا نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر کسی نے کہ دیا کہ اس چیز کو بازار میں فروخت کردو تمھارا سانقصان میرے ذمہ ہوگا یا کسی نے غلام خریدنے والے مشتری سے کہا اگر یہ غلام بھاگا تو میرے ذمہ ہوگا اس طرح کہنا صحیح نہیں ہے۔

کفالت وضمانت صرف اس حق کی معتبر ہے جو حق اسلامی فقہ کی رو سے واجب کا درجہ رکھتا ہو اس لئے کوئی بینک یا ادارہ یا کمپنی جو شرکت ومضاربت کے تحت تجارت میں نقصان آنے کے باوجود مکمل سرمایہ یامال کی واپسی کی ضمانت دیں اسے حقِ واجب نہیں کہیں گے جس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔فلھذا غیر سودی بینکاری میں قانونی طور پر کلائنٹ کو ان کے سرمایہ یامال کی سو فیصد واپسی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی البتہ اگر بینک کی طرف سے لا قانونیت یا فریب یا معروف فرائض میں لاپرواہی یا کوتاہی برتنے کی وجہ سے کلائنٹ کے مال یا سرمایہ میں نقصان ہو تو بینک یا حکومت اس نقصان کی تلافی کرسکتی ہے۔

مروجہ اسلامی بینکاری میں بیع تعاطی کے تحت نظامِ کفالت پر ہونے والے اشکالات کا تحقیقی جائزہ:

مروجہ اسلامی بینکاری کے نظام کفالت میں بیع تعاطی کی صورت میں مشتری (خریدار) کا بحیثیت کفیل مبیع میں امانت، قرض یا ضمانت کی صورت میں کئے گئے اعتراضات وجوابات کا علمی وتحقیقی جائزہ ملاحظہ کرنے سے قبل پچھلے صفحات میں بیع تعاطی کی فقہی تعریف وتشریح اور ائمہ کے اعتراضات کے جوابات مدلل پیش کئے گئے ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے اس بحث کو ملاحظہ فرمائیں۔

بیع تعاطی کی صورت میں قرض،امانت یاضمانت یاتجارت واستثمار میں جو وجوہات باعثِ اختلاف ہیں بیع تعاطی کے تحت نظامِ کفالت کے جواز یاعدم جواز میں چیدہ چیدہ چند اقتباسات کا علمی جائزہ اور اصلاحات کے ذکر کرنے کے بعد آخر میں اعتدال پر مبنی آسان اور درست جامع تجزیہ پیش خدمت ہے۔

کفالت کے ضمن میں کفیل، وکیل، امین یا مستثمر (سرمایہ کار) کامال پر قبضہ سے متعلق دلائل یہ ہیں۔

""اگر مبیع (مال) پر مشتری (خریدار) کا قبضہ، قبضہ امانت ہے مثلاً عاریت، ودیعت، وکالت، اجارہ کا قبضہ، کہ یہ سارے قبضے قبضہ امانت کہلاتے ہیں۔ان کا حکم یہ ہے کہ یہ امانت والے قبضے ضمان والے قبضہ (یعنی بیع کے لئے) کافی نہ ہوں گے بلکہ تجدید قبضہ شرط ہے۔یہ ساری تفصیل شرح وبسط کے ساتھ بدائع الصنائع میں منقول ہے۔

"وَجُمْلَةُ الْكَلَامِ فِيهَا أَنَّ يَدَ الْمُشْتَرِى قَبْلَ الشِّرَاءِ مَّا أَن كَانَت يَدَ ضَمَانٍ وَامَّا أَن كَانَت يَدَ أَمَانَةٍ فَان كَانَت يَدَ ضَمَانٍ فَامَّا أَن كَانَت يَدَ ضَمَانٍ بِنَفسِهِ وَامَّا أَن كَانَت يَدَ ضَمَانٍ بِغَيرِهِ ... الى أن قال ... وَان كَانَت يَدُ الْمُشتَرِى يَدَ أَمَانَةٍ كَيَدِ الوَدِيعَةِ وَالعَارِيَّةِ لَا يَصِيرُ قَابِضًا"(18)۔

مذکورہ بالا تفصیل کے پیش نظر جب وکیل بالشراء کا قبضہ کرنا قبضہ امانت ہے نہ کہ قبضہ ضمان، اس کا مقتضی یہ ہے کہ یہ قبضہ (جو بحیثیت وکیل تھا) جدید قبضہ کے لئے کافی نہ ہو جو اب بحیثیت مشتری ہوگا بلکہ تجدید قبضہ شرط قرار دیا جائے۔ واللہ اعلم۔ اس لئے بہتر صورت یہ ہے کہ ادارہ کا آدمی خود مبیع

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

پر قبضہ کرے اور دوبارہ پھر یہ مشتری جدید معاملہ کر کے بحیثیت مشتری قبضہ کرے۔ واللہ اعلم لیکن اگر ایسا نہیں کیا جاتا بلکہ مشتری سابق قبضہ پر کفایت کرتا ہے تو یہ معاملہ درست ہو گا یا نہیں اس میں کچھ تفصیل ہے۔

قبضہ وتسلیم کی حقیقت:

وہ یہ کہ شرعی قبضہ کا یہ مطلب نہیں ہے جو عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ ہاتھوں سے پکڑ لے یا مبیع کو منتقل کر کے اپنے مقام پر لے آئے۔ قبضہ کی یہ تفسیر دوسرے ائمہ شافعیہ وغیرہ کے ہاں تو یہ ہے۔

"وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ : القَبضُ فِی الدَّارِ وَالعَقَارِ وَالشَّجَرِ بِالتَّخلِيَةِ ۔وَأَمَّا فِی الدَّرَاہِمِ وَالدَّنَانِيرِ فَتَنَاوُلُہُمَا بِالبَرَاجِمِ وَفِی الثِّيَابِ بِالنَّقلِ '' (19)۔

لیکن فقہاءِ احناف کے نزدیک شرعی قبضہ کا مفہوم وسیع ہے۔ ان کے نزدیک قبضہ کا حاصل صرف تخلیہ ہے، اور تخلیہ کا حاصل یہ ہے کہ بائع اور مشتری کے درمیان باعتبار حقیقت یا باعتبار عرف وعادت کے ایسا کوئی مانع اور حائل عمل نہ ہو جو عرفی قبضہ اور تصرف کرنے سے مانع ہو بلکہ مبیع اس حال میں ہو کہ مشتری اگر اس میں تصرف کرنا چاہے تو آزادی کے ساتھ تصرف کر سکے گو مبیع ابھی بائع کے پاس ہی موجود ہو۔

"وَأَمَّا تَفسِيرُ التَّسلِيمِ وَالقَبض فَالتَّسلِيمُ وَالقَبضُ عِندَنَا ہُوَ التَّخلِيَةُ وَالتَّخَلِّی وَہُوَ أَن يُخَلِّیَ البَائِعُ بَينَ المَبِيعِ وَبَينَ المُشتَرِی بِرَفعِ الحَائِلِ بَينَہُمَا عَلَی وَجہٍ يَتَمَكَّنُ المُشتَرِی مِن التَّصَرُّفِ فِيہِ فَيُجعَلُ البَائِعُ مُسَلِّمًا لِلمَبِيعِ وَالمُشتَرِی قَابِضًا لَہُ"(20)۔

"لِأَنَّ مَعنَی القَبضِ ہُوَ التَّمكِينُ وَالتَّخَلِّی وَارتِفَاعُ المَوَانِعِ عُرفًا وَعَادَةً وحَقِيقَةً "(21)۔

"وَلِہَذَا كَانَت التَّخلِيَةُ تَسلِيمًا وَقَبضًا فِيمَا لَا مِثلَ لَہ" (22)۔

قبضہ کی اگر مذکورہ بالا تفسیر کو پیش نظر رکھا جائے جس کا حاصل بائع (فروخت کنندہ) کی جانب سے تسلیم اور مشتری (خریدار) کی جانب سے قدرت ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس طرح کا قبضہ مندرجہ بالا صورت میں بھی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ وکیل بالشراء (جو بعد میں مشتری بن رہا ہے) جس کے قبضہ میں مبیع موجود ہے (مفروضہ صورت مسئولہ میں) اس کی طرف سے تسلیم تو پائی جاتی ہے، اور ادارہ کو قدرت بھی حاصل ہوتی ہے، اگر ادارہ چاہے تو مبیع (چیز) میں تصرف کرے اور وکیل بالشراء اس میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس صورت میں ادارہ کا قبضہ تو حکماً ہو ہی گیا، کیونکہ تخلیہ پایا گیا (گو مبیع حقیقۃً وکیل بالشراء کے قبضہ میں ہے) اس کے بعد پھر اس کا قبضہ کرنا یہ گویا قبضہ ثانیہ ہے جو بحیثیت مشتری کے ہے۔ واللہ اعلم اور مبیع کا وکیل کے پاس ہی موجود رہنا یہ ادارہ کے قبضہ کے منافی نہیں، بہت سی صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک شے بائع کے پاس موجود ہے۔ لیکن معاملہ ہو جانے کے بعد مشتری کو اس پر قابض کہا جاتا ہے، مثلاً ذیل کے مسئلہ میں:

"وَلَو اشتَرَی مِن نسَانٍ كُرًّا بِعَينِہِ وَدَفعَ غَرَايِرَہُ وَأَمَرَہُ بِأَن يَكِيلَ فِيہَا فَفَعَلَ صَارَ قَابِضًا سَوَائٌ كَانَ المُشتَرِی حَاضِرًا أَو غَايِبًا ؛ لِأَنَّ المَعقُودَ عَلَيہِ مُعَيَّن وَقَد مَلَكَہُ المُشتَرِی بِنَفسِ العَقدِ فَصَحَّ أَمرُ المُشتَرِی ؛ لِأَنَّہُ تَنَاوَلَ عَينًا ہُوَ مِلكُہُ فَصَحَّ أَمرُہُ وَصَارَالبَائِعُ وَكِيلًا لَہُ وَصَارَت يَدُہُ يَدَ المُشتَرِی ۔وَكَذَلِکَ الطَّحنُ ذَا طَحَنَہُ البَائِعُ بِأَمرِ المُشتَرِی صَارَ قَابِضًا" (23)۔

اس لئے مذکورہ بالا تصریح کے پیش نظر یہ کہنے کی گنجائش موجود ہے کہ اگرچہ مبیع وکیل بالشراء کے پاس موجود ہے، لیکن تسلیم وتمکین کی وجہ سے حکماً (نیا) قبضہ پایا گیا اس لئے یہ صورت بھی جائز ہونا چاہئے۔ جس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ فقہاء نے قبضۂ امانت کو باوجودیکہ قبضۂ ضمان کے لئے کافی نہیں سمجھا، لیکن اس کے بعد ان الفاظ میں اس قسم کی صورتوں کا استثناء بھی فرمایا ہے۔

جن میں حکماً قبضہ (قدرت، تصرف) پایا جاتا ہے۔

"لَا يَكُونُ قَابِضًا لَّاذَا ذَہَبَ المُودِعُ أَو المُستَعِيرُ لَی العَينِ وَانتَہَی لَی مَكَان يَتَمَكَّنُ مِن قَبضِہا فيصير الآنَ قَابِضًا بِالتَّخلِيَةِ"(24)۔

"لَا يَصِيرُ قَابِضًا لَّا أَن يَكُونَ بِحَضرَتِہِ أَو يَذہَبُ لَی حَيثُ يَتَمَكَّنُ مِن قَبضِہِ بِالتَّخَلِّی"(25) ۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ثمن کے ادھار کے ساتھ بیع مرابحۃ کا جواز تجدیدِ قبضہ کے بغیر اس صورت میں تحریر فرمایا ہے جس میں مال لانے والے کی حیثیت اجیر کی ہوتی ہے اور ظاہر بات ہے کہ وہ بھی قبضہ امانت ہے۔ ملاحظہ ہو:

"عمرو نے زید کو ۹۷ روپے مال لانے کے واسطے دیئے، اور تین روپے خریداری کی اجرت دی۔ زید نے مال خرید کر اپنے ہی مکان یا دکان پر اتارا، عمرو کے مکان دکان پر نہیں اتارا۔ عمرو نے مال منگوانے کے قبل شرط کر لی تھی کہ جس وقت تم ہمارا مال جوڑ وا دو گے ہم کو اختیار ہو گا، خواہ ہم تم کو دیں یا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اپنے مکان پر لے جائیں اور تم کو نہ دیں، عمرو نے جوڑنے کے بعد زید سے دریافت کیا کہ یہ مال تم کس طرح خریدتے ہو؟ زید نے کہا پانچ ماہ کے لئے لیتا ہوں اور اٹھارہ روپے کے منافع سے دونگا۔ جواب: یہ بیع مرابحہ بتأجیل الثمن ہے اور بقیود مذکورہ سوال درست ہے۔(26)

خلاصہ کلام از محولہ کتاب: یہ کہ صورتِ مسئولہ میں وکیل بالشراء کا اس مبیع کو مؤکل سے خرید لینے میں کوئی حرج نہیں اور ابتداءً اس کا قبضہ قبضہ وکالت منجانب مؤکل تھا اور ثانیاً اس کا قبضہ بحیثیت مشتری تھا۔ تجدید قبضہ شرط ضرور ہے لیکن حکمی و معنوی طور سے قبضہ ثانیہ پایا جاتا ہے۔ اور جس طریقہ سے بائع مشتری کا وکیل بن سکتا ہے، اور یہ وکیل بنانا ہی قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہے، جیسا کہ ماقبل کی بدائع کی عبارت میں گزرا، اسی طرح وکیل بالشراء کا مشتری بننا اور مؤکل کا بائع بننا بھی درست ہوگا۔ یعنی جس طریقہ سے وکالت اور بیع و شراء علی سبیل التعاقب بغیر کسی فصل و حقیقی تجدید قبضہ کے بغیر جمع ہو سکتے ہیں، اسی طرح یہاں بھی وکالت اور بیع و شراء بغیر کسی فصل و تجدید قبضہ کے جمع ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم۔(27) ""۔

نوٹ: یہ سب حوالے "غیر سودی بینکاری" کے اخذ شدہ ہیں۔

اب مذکورہ بالا اقتباسات پر کتاب "غیر سودی بینکاری ایک منصفانہ علمی جائزہ" میں صاحب کتاب کی جرح و تنقید و تعدیل کے ساتھ اعتراضات پر مشتمل خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔ سب سے پہلے سودی نظام کے متبادل کا علمی جائزہ صاحب کتاب ھٰذا کا ملاحظہ فرمائیں۔

""سودی نظام کا متبادل:

متبادل کی دو قسمیں ہیں۔(۱) شرعی متبادل (۲) غیر شرعی متبادل

1۔ شرعی متبادل:

ایسا متبادل جس میں سودی نظام کا بنیادی تصور ذبح کیا گیا ہو اور مضاربہ اور شرکت کی بنیاد پر رقم کا لین دین ہو اور دوسرے تاجروں کی طرح بازاروں میں ان کے پاس مال و سامان تجارت ہو اور ہر خاص و عام کے ذہن میں وضاحت کے ساتھ یہ بات ہو کہ یہ ایک تجارتی ادارہ ہے جس میں جس طرح نفع حاصل ہوتا ہے اسی طرح نقصان بھی ہو سکتا ہے اور نقصان پورا کا پورا ہم ہی کو اٹھانا پڑے گا اور عقود مداینہ کے ساتھ بکثرت عقود نقدیہ بھی ہوں۔ ایسے متبادل کے علماء مکلف بھی ہیں اور اس کا پیش کرنا ضروری بھی ہے اور ایسے ہی متبادل کی علامہ بنوریؒ نے تمنا فرمائی تھی اور ایسے کو سارے علماء ضروری اور حق سمجھتے ہیں۔ (یہ کہنا کہ بینک مخالف علماء کرام

شرعی متبادل کے قائل نہیں، بڑی تہمت ہے) علامہ بنوریؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"بینک کا رائج نظام بغیر "ربوا" چل نہیں سکتا، اس لئے آپ کو بینک کے متبادل نظام مضاربت، وکالت اور شرکت پر غور کرنا ہوگا جو بلا سود کے چل سکے اور جس سے جدید معاشرے کے مسائل اور مشکلات حل ہو سکیں الخ۔۔۔۔"۔(28)

جلی الفاظ پر غور کیجیے، علامہ بنوریؒ نے مضاربہ، وکالہ اور شرکت کے نظام کو متبادل فرمایا ہے جس میں نفع و نقصان دونوں کا تصور عادۃً لازم ہے جبکہ موجودہ اسلامی نامی بینکوں کے خاکے اور ڈھانچے میں عادۃً نقصان کا تصور ہی نہیں، جیسے سودی بینکوں کے خاکے میں نہیں ہوتا، لہٰذا حضرت علامہ بنوریؒ اور ان کے جامعہ کے رفقائے افتاء اور دوسرے وہ تمام علماء جو موجودہ اسلامی نامی بینکوں کے مخالف ہیں سب اس متبادل (نظامِ مضاربت۔۔) کے قائل ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں اور موجودہ اسلامی بینکاری نظام کو غیر شرعی متبادل سمجھنے کی وجہ سے، مخالف ہیں۔ کیونکہ اصلی مضاربت اور شرکت میں مضارب اور شریک کا زیادہ تر نفع کا مدار عقود نقدیہ پر ہوتا ہے نہ کہ مداینت پر، اور مداینت بھی ایسا جس کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں، کیونکہ مجوزین حضرات نے اس کا پورا ڈھانچہ مرجوح، ضعیف اور غیر معمول بہا اقوال پر قائم فرمایا ہے، (جس کی مزید تفصیل کتاب ھٰذا میں دیکھی جا سکتی ہے)، اور شاید کسی کو بھی اس سے انکار نہ ہوگا۔ اگر کوئی مسلمان تاجر شرعی متبادل پر سو فیصد عمل کرنے کی ہمت رکھتا ہے، تو تشریف لائیے، مجوزین کے ہاں شرعی متبادل حاضر ہے۔

2۔ غیر شرعی متبادل:

ایسا متبادل جس میں سودی نظام کے بنیادی تصور (جو "خرما ہی خرما ہے اور ثواب برائے نام" اور زر کے عوض زر اور نفع ہی نفع کے حصول پر مشتمل ہے اور جس میں نقصان کا عادۃً تصور ہی نہیں ہے) کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ چونکہ ایسے متبادل میں پورے طور پر اسلامی اصول پر عمل کرنا مشکل بلکہ ناممکن

Vol.4 No.4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

کے درجہ میں ہے اس لئے ایسے متبادل کے نہ ہم مکلف ہیں اور نہ ہی ایسا متبادل جائز ہے۔(اس وقت اسلامی نامی بینک ایسے ہی متبادل ہیں، اس لئے علماء کی جم غفیر نے اس کو رد کر دیا ہے)خود مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

"البتہ جیسا کہ میں نے "اسلام اور جدید معیشت و تجارت" میں پوری وضاحت کے ساتھ عرض کیا ہے، ہم ہر اس کام کا متبادل پیش کرنے کے مکلف نہیں ہیں جو سودی بینک انجام دیتے ہیں، مثلاً قرضوں کی خرید و فروخت، مشتقات(derivatives)مستقبلیات(futures)وغیرہ وغیرہ۔ وہاں میں نے عرض کیا ہے کہ:

"چونکہ سود کی ممانعت کا اثر تقسیم دولت کے پورے نظام پر پڑتا ہے، اس لئے یہ توقع کرنا بھی غلط ہو گا کہ سود کے شرعی متبادل کو بر سر کار لانے سے تمام متعلقہ فریقوں کے نفع کا تناسب وہی رہے گا جو اس وقت سودی نظام میں پایا جاتا ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر اسلامی احکام کو ٹھیک ٹھیک روبہ کار لایا جائے تو اسی تناسب میں بڑی بنیادی تبدیلیاں آسکتی ہیں بلکہ یہ تبدیلیاں ایک مثالی اسلامی معیشت کے لئے ناگزیر طور پر مطلوب ہیں۔([29])

اَقول! درج ذیل وجوہ کی بناء پر آج کے اسلامی نامی بینک شرعی متبادل نہیں""۔

نوٹ: یہ سب حوالے "غیر سودی بینکاری ایک منصفانہ علمی جائزہ" کی کتاب کے اخذ شدہ ہیں ([30])۔

تمویل اسلامی میں نظام کفالت سے متعلق سودی اشکالات کا اعتدال پر مبنی آسان اور جامع تجزیہ:

مذکورہ بالا دو متبحر علماء دین اور ان کی آراء پر مشتمل تمام تلخیص و تسہیل شدہ ابحاث سے یہ معلوم ہوا کہ بیع تعاطی میں دراصل اصولی اختلاف قرض، امانت اور ضمانت کا ہے جن کے درمیان اصول فقہ کی روسے معنیٰ اور احکام کے اعتبار سے کافی فرق ہے جن کی تفصیل پچھلے صفحات میں گذر چکی ہیں۔ "غیر سودی بینکاری ایک منصفانہ علمی جائزہ" کے اعتراضات اور سودی اشکالات کی نشاندہی پر اگر بنظر غائر تنقیدی نگاہ سے دیکھا جائے تو اس قدر نوعیت کے اشکالات نہیں بلکہ سطحی اعتراضات ہیں کہ جنہیں سودی معاملات کہا جائے تو اسلامی معیشت کے اصولوں سے ناانصافی ہو گی ہاں البتہ ان معاملات کے غیر سودی ہونے کے باوجود ان معاملات میں بہت سے ایسے سقم موجود ہیں کہ جن کی اصلاح کی گنجائش باقی ہے۔

الغرض مذکورہ بالا ان دونوں کتابوں کے اقتباسات کے تناظر میں بیع تعاطی کی جائز اور اعتدال پر مبنی رائے جواز قرین انصاف ہے وہ یہ ہے۔ کہ جب جدید دور کے جدید آلات کو بر سر عمل لانا اسلام کی روسے اس وقت صحیح ہے جب کسی اسلامی یا دینی اصول یا حمیت کو کوئی گزند نہ پہنچتی ہو تو پھر مروجہ جدید بینکیگ میں مروجہ اسلامی بینکاری کے نظام کے تحت جب کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے سودی شکنجے سے نکلنا ہمارے بس سے باہر ہو تو ایسی صورت میں جہاں قبضہ کی کوئی جائز تاویل بصورت اسلامی اصول معیشت کفالت کے ضمن میں جواز کا درجہ رکھتی ہو تو اس سے فائدہ اٹھایا جائے تاکہ ہم دھیرے دھیرے کنوینشنل بینکنگ کے سودی شکنجے سے مکمل نجات حاصل کر سکیں جو کہ صراحتاً اس حدیث کا مصداق ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ملاحظہ فرمائیں۔

قوله ما أحل الله فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافيته فإن الله لم يكن لينسى شيئا أخرجه البزار والطبراني من حديث أبي الدرداء بسند حسن وروى الطبراني أيضا من حديث أبي ثعلبة إن الله فرض فرائض فلا تضيعوها ونهى عن أشياء فلا تنتهكوها وحد حدودا فلا تعتدوها وسكت عن أشياء من غير نسيان فلا تبحثوا عنها"(31)-

ترجمہ: آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جس کو اس نے حرام کیا ہے وہ حرام ہے اور جس کے بارے میں اس نے سکوت فرمایا ہے وہ معاف ہے لہذا تم اللہ سے اس کی معافی کو قبول کر و اس لئے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کو بھولا ہوا نہیں ہے (اخرجہ الطبرانی من حیث ابی الدرداء بسند حسن) اور طبرانی نے ابو ثعلبۃ کی حدیث سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض کی ہیں لہذا تم ان کو ضائع نہ کرنا اور چند چیزوں سے اس نے منع کیا ہے لہذا تم ان کے قریب بھی مت جانا اور اس نے کچھ حدود مقرر کیے ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور بعض چیزوں کے بارے میں اس نے بغیر کسی نسیان (بھول) اور سہو کے سکوت فرمایا ہے ان میں بحث مباحثہ نہ کرنا۔

قبضہ کے ضمن میں جہاں کفیل و وکیل کے قبضہ کو باوجود مبیع (چیز) کے کفیل کے پاس موجود ہونے کو قبضہ دوئم قرار دیا گیا ہے تو یہ بھی قرین از قیاس ایجاب و قبول کے منافی نہیں اور حقیقی قبضہ کا بالفرض نہ پایا جانا کفیل کے حق میں مؤکل کے قولی اقرار کو پھر بھی بیع میں کلیدی حیثیت حاصل ہے تو گیا

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

قبضہ کی اس قدر باریک بینی سے اس کی اقسام کا پیش کرنا از خود بیع وشراء کے اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا جب کہ اسلامی معیشت میں بہت سی ایسی بیوع ہیں جو بیع سلم میں وکالت کے درجہ میں بیع تعاطی کے اندر قبضہ کی اس پہلی تاویلی صورت کے جواز میں قیاس جلی کا درجہ رکھتی ہے۔

جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ بینک کے پاس کلائنٹ کا پیسہ تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت سے خالی نہیں ہوتا۔ چنانچہ بیع تعاطی میں قرض ،امانت اور ضمانت کے اصولی فرق کو واضح کرنے سے پہلے بینک ڈیپازٹس کی کل تین یا چار اقسام کو بھی دھرا دینا اس مسئلہ کے ضمن میں ضروری سمجھتا ہوں۔

چنانچہ بینک ڈیپازٹس کی اقسام میں پہلی قسم کرنٹ اکاؤنٹ(Current Account،طلب کے وقت قرضے) کہلاتی ہے جبکہ دوسری قسم فکس ڈیپازٹ(Fixed Deposit) یا سیونگ اکاؤنٹ(بچت کھاتے،Saving Account) اور تیسری قسم میں لاکر اکاؤنٹ(Lakers Account)،ٹریولز چیک(Travels Check)،بینک ڈرافت(Bank Draft)، لیٹر آف کریڈٹ(letter of Credit) اور دلالی(Bargaining) کے فرائض اجرت کے ساتھ مقرر ہیں کہلاتی ہیں۔

اکاؤنٹ کی پہلی قسم میں کلائینٹ کا پیسہ بینک کے پاس بطور ضمانت قرض ہوتا ہے اور کلائنٹ اپنی مرضی کے مطابق رقم رکھنے یا نکلوانے کا مالک ہوتا ہے جس پر بینک اسے کسی قسم کا منافع نہیں دیتا بلکہ بینک بطور محافظ اور اجیر کے کچھ رقم ماہانہ یا سالانہ اجرت کی مد میں کٹوتی کرتا ہے اس لئے کہ بینک، کلائنٹ کی رقم کا ذمہ دار ہوتا ہے اور کرنٹ سکیم کے تحت اگرچہ کنوینشل بینک کو یہ مالی سپورٹ کے تحت گناہ پر تعاون تو ضرور ہے لیکن فی نفسہ اپنے پیسہ کی سیفٹی کے تحت بینک میں اس اماؤنٹ(رقم) کا رکھنا جائز ہے،اور

حفاظت کے بدلے معاوضہ دینا شرعاً سود نہیں اور یہ تعاون سود کے زمرے میں حکماً گناہ کبیرہ نہیں۔

اس پہلی قسم کے متعلق عصر حاضر کے مشہور محقق حنفی شامی عالم علامہ "مصطفیٰ الزرقاء" نے سودی بینکوں میں "کرنٹ اکاؤنٹ" یا "لاکر اکاؤنٹ" میں اپنی اماؤنٹ کی سیفٹی کی خاطر کہ جس کے بغیر کوئی مناسب چارہء کار نہ ہو تو جائز کہا ہے۔ جس پر مولانا محمد برہان الدین سنبھلی نے اپنی کتاب "بینک انشورنس اور سرکاری قرضے" میں "البنک الاسلامی للتنمیۃ(جدہ)" کی طرف سے ڈاکٹر "مصطفیٰ الزرقاء" کی اس مجلس میں تمام علماء کے اتفاق سے "سائکلو اسٹائل نقلوں" کی شکل میں بطور حوالہ یہ عبارت نقل کی ہے۔

"ھذا اذا لم یکن الایداع فی المصارف الربویۃ بلا اضطرار فاذا لم یکن ھناک من ھذاالایداع امالصیانۃ المال او لحاجۃ اخریٰ مشروعۃ کتسہیل تداولہ وتحویلہ الیٰ الجھات التی یراد تحولہ الیھا، فان الوجہ حینئذ یختلف والمودع عند ئذ غیر اثم"(32)۔

ترجمہ: یہ گناہ جب ہی ہے کہ اس کو بلاضرورت کیا جائے، لیکن اگر بینکوں میں روپیہ جمع رکھے بغیر چارہء کار نہ ہو خواہ مال کی حفاظت کی غرض سے یا کسی اور جائز ومعقول وجہ سے،مثلاً رقم کی منتقلی میں سہولت میں یا لین دین کی آسانی وغیرہ تو اس صورت میں مسئلہ کی نوعیت بدل جائے گی،اس صورت میں کھاتہ دار گناہ گار نہ ہو گا۔

کنوینشل بینکوں میں اپنی رقوم کو فقط بطور حفاظت اضطراری استعمال میں حالات وزمانہ کے اعتبار سے "علامہ سنبھلی" کے مزید اقتباسات مع حوالہ جات "ڈاکٹر مصطفیٰ الزرقاء" کی آراء مستندہ کی روشنی میں پیش خدمت ہیں۔

"ان کل من لہ بصیرۃ فی الاحوال والاوضاع الزمنیۃ الیوم لا یستطیع ان ینکر وجود حاجۃ عامۃ بالناس الیٰ ایداع وفر نقود ھم فی المصارف القائمۃ فی بلدانھم لان حفظ النقود فی البیت او المحال التجاریۃ مخاطرۃ لا یفعلھا ذو عقل ۔۔۔ودفن الاموال فی المخابی۔۔۔ الارضیۃ ھو اعظم خطرا ۔۔۔۔۔فاصبح ایداع الاموال فی المصارف حاجۃ لازمۃ للناس ان لم تکن ضرورۃ لازمۃ"(33)۔

ترجمہ: حالات وزمانہ پر جس کی تھوڑی بہت بھی نظر ہے وہ اس سے انکار نہیں کر سکے گا کہ اب بینکوں میں رقوم جمع رکھنا یقیناً حاجت میں داخل ہے،اس لئے کہ گھروں یا کوٹھیوں میں مال رکھنا خطرہ مول لینا ہے، جسے کوئی بھی صاحب عقل گوارا نہیں کرے گا اور دفینوں کے طور پر مال رکھنا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے،تو اب بینکوں کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں رہ گیا۔

جب کہ دوسری قسم فکس ڈیپازٹ(Fix Deposit) یا سیونگ اکاؤنٹ(Saving Account) کی ہے کہ جس میں کلائینٹ کا پیسہ جو "سیونگ اکاؤنٹ" کے تحت بینک میں جس مد میں داخل ہوتا ہے وہ بشمول تمام سودی سکیموں کے تحت بینک کے پاس ایک محدود مقررہ مدت کی پابندی یا بغیر

Vol.4 No.4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

مدت تک کے لئے بینک میں بحیثیت شیئر ہولڈر(Investment) تجارت کے حکم میں ہوتا ہے اور وہ بینک کے ذمہ قرض ہوتا ہے جس پر بینک کلائنٹ کو فکسڈ منافع دیتا ہے، چنانچہ سود کے تحت چلنے والی یہ ساری سکیمیں اور پروگرام جن کو جس قدر توڑ مروڑ کر کے سود سے پاک ظاہر کیا جائے یقیناً وہ سود کے حکم میں داخل ہیں کیونکہ وہ سود کے تحت چلنے والی ان تمام سودی پالیسیوں کے تابع ہیں جسے "سٹیٹ بینک آف پاکستان" سودی لین دین کے تحت جاری کرتا ہے فلہٰذا اس قسم کی تمام سکیمیں اور اکاؤنٹس کے تمام منافع حرام ہیں۔

جب کہ تیسری قسم میں لاکر اکاؤنٹ(Lakers Account) ٹریولز چیک(Travels Check)، بینک ڈرافٹ

(Bank Draft)، لیٹر آف کریڈٹ(letter of Credit)، دلالی(Bargaining) کے فرائض اور چیک کیش کرانے پر اجرت کے ساتھ مقرر ہیں اس تیسری قسم کا تعین صرف اور صرف بینکوں کی خدمات کے تحت کاروباری حضرات کے بینک سے لین دین کے سلسلے میں اور عوام کی رقموں کی حفاظت اور بیرون ملک رقوں کے حصول وصول پر بینک اپنی خدمات کے عوض جو چار جز مخصوص رقم کے ساتھ مقرر کرتا ہے یا اس ترسیل وغیرہ کی مد میں کلائنٹ کی مخصوص رقم کو کاٹتا ہے یہ کٹوتی بطور اجرت ہوتی ہے جو کہ بیع وشراء کے اسلامی اصولوں کے تحت جائز ہے جس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے اگرچہ اس جائز اجرت کو سودی بینک کی اعانت اور تعاون کے زمرہ میں بعض علماء یا ناً اسے قرآن کی نص "ولا تعاونو علی الاثم والعدوان" کے تحت ناجائز قرار دیتے ہیں یقیناً وہ سود کے گناہ عظیم سے ہٹ کر الگ گناہ ضرور مانتے ہیں، لیکن اصول فقہ کے اس ضابطہ کے تحت اسے سود نہیں کہہ سکتے، جسے علامہ سبکیؒ نے یوں لکھا ہے۔

"ان مبنی الفقه علی أربعقواعد:الیقینلا یزال بالشك،والضرریزال،والعادة محكمة والمشقة تجلب التیسیر۔" (34)۔

ترجمہ ومفہوم: درج بالا حوالہ سے معلوم ہوا کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ چونکہ مذکورہ بالا بیع تعاطی کے تحت مروجہ اسلامی بینکاری کے ضمن میں تمام معترضہ سوالات میں شک وتیسیر اور حاجت کا فائدہ موجود ہے تو چنانچہ یہ "شک وتیسیر اور حاجت کا فائدہ" مروجہ اسلامی بینکنگ میں بیع تعاطی کے جواز میں کافی ہے۔

چنانچہ مختصراً یہاں ان فقہی قاعدوں اور قرآنی آیات کہ جن کی روشنی میں مفتیان دین نے مروجہ اسلامی بینکاری میں کفالت ووکالت کے جواز کی حد تک جو راہ اپنائی ہے اسے اس پرفتن سودی یلغار کے دور میں حق پر مبنی بر صحیح تاویلات تسلیم کیا ہے جس کے جواز میں فقہی دلائل بطور سند پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں تاکہ کم از کم اس مسئلہ میں ان مخالف علماء کرام کی دیانت اور فقاہت میں شک وشبہ کئے بغیر صرف عوام الناس کی حد تک ان کے ذہنوں میں مروجہ اسلامی بینکاری میں کفالت ووکالت کے اختیار کرنے میں جو بے چینی اور اضطراب پیدا ہو چکا ہے اس کی تسلی وتشفی کی جاسکے اور تمام شکوک وشبہات کا ازالہ ومداوا کیا جاسکے۔

فلہٰذا موجودہ اضطراری حالات کے پیش نظر موجودہ اسلامی بینکاری کے تحت بیع تعاطی کے جواز میں اصولین فقہاء کی آراء اور ان کے فقہی اصولوں کی روشنی میں شک اور تیسیر کا فائدہ اٹھانے کی جس قدر شرع نے اجازت دے رکھی ہے اسے ضرور اپنانا چاہیئے۔ چنانچہ اس سلسلے میں " أحمد بن محمد مكي" کی کتاب "غمز عیون البصائر في شرح الأشباہ والنظائر" کے فقہی اصولوں پر مشتمل مفید حوالے پیش خدمت ہیں۔

"اعْلَمْ أَنَّ الشَّكَّ عَلَى ثَلَاثَةِ أَضْرُبٍ: شَكٌّ طَرَأَ عَلَى أَصْلٍ حَرَامٍ، وَشَكٌّ طَرَأَ عَلَى أَصْلٍ مُبَاحٍ، وَشَكٌّ لَا يُعْرَفُ أَصْلُهُ، فَالْأَوَّلُ، مِثْلُ: أَنْ يَجِدَ شَاةً مَذْبُوحَةً فِي بَلَدٍ فِيهَا مُسْلِمُونَ وَمَجُوسُ فَلَا تَحِلُّ، حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّهَا ذَكَاةُ مُسْلِمٍ؛ لِأَنَّ أَصْلَهَا حَرَامٌ وَشَكَكْنَا فِي الذَّكَاةِ الْمُبِيحَةِ، فَلَوْ كَانَ الْغَالِبُ فِيهَا الْمُسْلِمِينَ جَازَ الْأَكْلُ عَمَلًا بِالْغَالِبِ الْمُفِيدِ لِلطُّهُورِيَّةِ، وَالثَّانِي: أَنْ يَجِدَ مَاءً مُتَغَيِّرًا وَاحْتَمَلَ تَغَيُّرَهُ بِنَجَاسَةٍ، أَوْ طُولِ مُكْثٍ، يَجُوزُ التَّطْهِيرُ بِهِ عَمَلًا بِأَصْلِ الطَّهَارَةِ. وَالثَّالِثُ: مِثْلُ مُعَامَلَةِ مَنْ أَكْثَرُ مَالِهِ حَرَامٌ وَلَمْ يَتَحَقَّقْ الْمَأْخُوذَ مِنْ مَالِهِ عَيْنُ الْحَرَامِ فَلَا تَحْرُمُ مُبَايَعَتُهُ لِإِمْكَانِ الْحَلَالِ وَعَدَمِ التَّحْرِيمِ، وَلَكِنْ يُكْرَهُ خَوْفًا مِنْ الْوُقُوعِ فِي الْحَرَامِ، كَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ"(35)۔

ترجمہ ومفہوم: معلوم ہو کہ شک کی تین اقسام میں اول قسم، شک کی وہ ہے کہ جس میں فقہاء اسلام نے کسی شی کی اصلاً حرام حالت کی موجودگی میں حلال کی کمزور مشکوک حالت کو سرے ہی سے حرام ثابت کیا ہے، اس اول قسم کی مثال یہ ہے کہ ایسے علاقہ میں جہاں مسلما اور مجوس دونوں رہتے ہوں وہاں ذبحہ شدہ بکری پائی جائے تو اس کھانا اس وقت تک حلال نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس کو ذبح کسی مسلم نے کیا ہے۔ فلھذا حلال کے معمولی شک کے فائدہ کے استعمال اور احتمال پر اصلاً حرام کو حلال نہیں کہا جاسکتا۔

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جبکہ شک کی دوسری قسم وہ ہے کہ جس کے تحت کسی حلال چیز میں معمولی حرام کے شبہ سے اس حلال چیز کو کلیۃً حرام بھی نہیں کہ سکتے چونکہ بنیاد اس کی حلال پر ہے۔اس دوسری قسم کی مثال یہ ہے کہ جہاں کثرت مسلمانوں کی ہو تو چند مجوسیوں کی وجہ سے اس حلال مذبوح بکری کو حرام کہ کر کھانا ترک نہ کریں بلکہ کھانا جائز ہے۔

تیسری قسم شک کی وہ ہے کہ جس کے تحت کسی شی میں کثرت حرام کی نشاندہی یا موجودگی بغیر ثبوت و تحقیق کے ہو اور اس شی میں قلیل حلال شی کے وجود کا ثبوت بھی موجود ہو تو بغیر تحقیق حرام شی کی کثرت کے مطلقاً پائے جانے کے باوجود اس قلیل حلال شی کو کلیۃً حرام کے حکم میں نہیں لے سکتے، لیکن کثرتِ حرام شی کی اضافت کے وقوع کے خوف سے اس شی میں کراہت کے حکم کو باقی رکھیں گے اور وہ شی اگرچہ حرام نہ سہی مگر مکروہ کے حکم میں ہونے کی وجہ سے حتی الوسع اس سے احتراز کرنا اولیٰ ہو گا۔

چنانچہ "الاشباہ والنظائر" کی شرح "غمز عیون البصائر" میں "علامہ احمد بن محمد مکی" شک کی تین اقسام کی تفصیل میں جو تشریحات بیان کیں گئیں ہیں ان کی روشنی میں بھی مروجہ اسلامی بینکاری میں کفالت کا جواز کو بڑے واضح اور سہل انداز سے پیش کیا گیا ہے۔مزید حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

"الْقَاعِدَةُ الرَّابِعَةُ الْمَشَقَّةُ تَجْلُبُ التَّيْسِيرَ)وَالْأَصْلُ فِيهَا قَوْله تَعَالَى: {يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ} [البقرة: 185] وقَوْله تَعَالَى: {وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ} [الحج: 78] .(وَفِي حَدِيثِ «أَحَبُّ الدِّينِ إلَى اللَّهِ تَعَالَى الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ») قَالَ الْعُلَمَاءُ: يَتَخَرَّجُ عَلَى هَذِهِ الْقَاعِدَةِ جَمِيعُ رُخَصِ الشَّرْعِ وَتَخْفِيفَاتِهِ"(36).

"الْعَادَةُ مُحَكَّمَةٌ، وَأَصْلُهَا قَوْلُهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - «مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ» قَالَ الْعَلَائِيُّ لَمْ أَجِدْهُ مَرْفُوعًا فِي شَيْءٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ أَصْلًا، وَلَا بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ بَعْدَ طُولِ الْبَحْثِ، وَكَثْرَةِ الْكَشْفِ وَالسُّؤَالِ، وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ قَوْلِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - مَرْفُوعًا عَلَيْهِ،أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ." (37).

"الِاجْتِهَادُ لَا يُنْقَضُ بِالِاجْتِهَادِ ،وَقَدْ حَكَمَ أَبُو بَكْرٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - فِي مَسَائِلَ، وَخَالَفَهُ عُمَرُ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - فِيهَا، وَلَمْ يُنْقَضْ حُكْمُهُ وَعِلَّتُهُ بِأَنَّهُ لَيْسَ الِاجْتِهَادُ الثَّانِي بِأَقْوَى مِنْ الْأَوَّلِ 2 - وَأَنَّهُ يُؤَدِّي إلَى أَنْ لَا يَسْتَقِرَّ حُكْمٌ وَفِيهِ مَشَقَّةٌ شَدِيدَةٌ"(38).

"إذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ وَبِمَعْنَاهَا مَا اجْتَمَعَ مُحَرِّمٌ وَمُبِيحٌ إلَّا غَلَبَ الْمُحَرِّمُ، وَالْعِبَارَةُ الْأُولَى لَفْظُ حَدِيثٍ أَوْرَدَهُ جَمَاعَةٌ «مَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ إلَّا غَلَبَ الْحَرَامُ الْحَلَالَ») . 2 - قَالَ الْعِرَاقِيُّ: لَا أَصْلَ لَهُ وَضَعَّفَهُ الْبَيْهَقِيُّ، وَأَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -، وَذَكَرَهُ الزَّيْلَعِيُّ شَارِحُ الْكَنْزِ فِي كِتَابِ الصَّيْدِ مَرْفُوعًا"(39).

جب کہ اباحت کے قاعدہ کے تحت "الاشباہ والنظائر" کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"قاعدة الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على التحريم هذا مذهبنا وعند أبي حنيفة الأصل فيها التحريم حتى يدل الدليل على الإباحة ويظهر أثر الخلاف في المسكوت عنه ويعضد الأول قوله صلى الله عليه وسلم ما أحل الله فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافيته فإن الله لم يكن لينسى شيئا أخرجه البزار والطبراني من حديث أبي الدرداء بسند حسن وروى الطبراني أيضا من حديث أبي ثعلبة إن الله فرض فرائض فلا تضيعوها ونهى عن أشياء فلا تنتهكوها وحد حدودا فلا تعتدوها وسكت عن أشياء من غير نسيان فلا تبحثوا عنها"(40).

اسی طرح کے فقہی اصولوں کو "فتح القدیر" نے بھی تفصیل سے لکھا ہے۔

الحاصل مروجہ اسلامی بینکنگ میں نظام کفالت کے تحت جن اشیاء مختلفہ (وہ اشیاء غیر ربویہ (غیر سودی) جن میں جنس اور قدر کی مشترک صفات نہیں پائی جاتیں) مثلاً کارلیزنگ یعنی گاڑی وغیرہ کی خرید و فروخت اور ہاؤس فنانسنگ میں "بیع تعاطی" کے تحت وکیل بالشراء کے قبضہ کو تجدید قبضہ ہی سمجھتے ہوئے بیک وقت طے شدہ اقساط کی صورت میں اور اسی طرح اسلامی کفالت ووکالت کے تحت انوسٹمنٹ (سرمایہ کاری) میں سود سے پاک جو سکیمین متعارف کرائی گئی ہیں وہ سب ان مذکورہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں اُن تمام مروجہ اسلامی بینکنگ سکیموں کے جواز کو پیش کرتی ہیں اور ساتھ ہی مزید ان میں اصلاحات کی گنجائش کے حق کو بھی باقی چھوڑتی ہیں، جنہیں متبحر علماء کی سرپرستی میں ان کی دیانت وصیانت کے تحت قائم کیا گیا ہے۔

چنانچہ مروجہ اسلامی بینکاری کے تحت جو کفالت ووکالت اسلامی انوسٹمنٹ کی بنیاد اور اصول شرعیہ مضاربت وشرکت اور مال تبرع کے متبادل اجارہ ومرابحہ اور جبری صدقہ لینے کی درست اسلامی تاویلات کے سہارے بامر مجبوری قائم کی گئیں ہیں، ان میں کافی حد تک ترمیم وتشکیل وتصلیح کی اشد ضرورت ہے۔مثلاً بیع غرر (دھوکے کی بیع) کا مال تبرع پر اطلاق کرنا کہ کلائینٹ کی رقم سے پیشگی مخصوص پرسنٹیج پر رقم کا چیریٹی فنڈ (Charity

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

(Funds)کی مد میں کاٹ لینا اور اقساط(Installment)کی عدم ادائیگی کی صورت میں مالِ انسوٹمنٹ میں سالانہ یاماہانہ مخصوص رقم کا کاٹتے رہنا کہ یہاں تک کہ بالآخر کلائنٹ کو اپنے جمع شدہ اصل زر (کرنٹ اماؤنٹ) سے یکسر محروم کر دینا اور پھر ظلم یہ کہ ہر شہر اور قصبہ کے اکثر دین سے ناواقف ایجنٹس (Agents)کا نامکمل معلومات فراہم کرنے کی صورت میں کلائنٹس کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مختلف سکیموں کا کلائنٹ کو مکمل تعارف کرائے بغیر اپنی کمیشن(Commission) کو کھرا کرنا اور کلائنٹ(Customer)کی رقم کو انوسٹمنٹ(Investment)تجارت کرنے سے قبل پیشگی اصل زر میں سے کاٹ لینا جسے ایجنٹ مخصوص مقررہ پرسنٹیج کی مد میں رقم کو کاٹ کر اپنے بینک بیلنس میں کنورٹ کرالیتا ہے۔ یہ تمام مال بٹورنے کے ہتھکنڈے ہیں اگرچہ سود کے زمرہ میں تو نہیں آتے لیکن بیع غرر کے حکم میں ناجائز طریقہ سے اپنے مفاد کے حصول کی خاطر کلائنٹس سے زبردست دھوکہ کرنے کے مترادف ہیں، جس کا تدارک کرنا اہل ذمہ پر از حد ضروری ہے۔ کیونکہ کسی اسلامی بینکیگ کے لئے جیسے سود سے مکمل پاک انوسٹمنٹ کا ہونا ضروری ہے بعینہ اسلامی تمویل اور بینکنگ کا طریقہ کار کا بھی عین سنت کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں جہاں تک کسی امر کے تاکیدی حکم سے حلال و حرام یا جائز ناجائز کا حتمی فیصلہ نہ ہو سکے وہاں اصول فقہ کی روشنی میں احادیث طیبہ کے تحت اخذ شدہ ان قواعد و کلیات کی عبارات سے یہ وضاحت ان جیسے امور شکیہ میں یا پھر ان معاملات کو امورِ مباح قرار دینے کی حیثیت سے ہمارے لئے کافی ہیں کہ اس مسئلہ کو بحث کا ذریعہ اور راہ تیسیر کو عسیر کی شکل دینے کی بجائے ظاہری حکمِ جواز کے تحت عمل میں لانا سود کے کسی قسم کے گناہ کو لازم قرار نہیں دیتا، چہ جائیکہ ان ساری مذکورہ ابحاث میں مولانا محمد تقی عثمانی صاحب یا ان سے اتفاق رکھنے والے کافی اور حضرات فقہاء و علماء ایسے ہیں جنھوں نے سودی بینکاری کے مکمل خاتمہ کی خاطر جو ایک راہ متبادل اپنائی ہے کہ جس کے تحت "سٹیٹ بینک آف پاکستان" نے باقائدہ اپنی سودی بینکاری سے ہٹ کر ایک الگ برانچ کا اہتمام بھی کیا ہے کہ جس میں سود سے پاک شرعی ایڈوائزری کا الگ بورڈ تشکیل دے رکھا ہے اور وہ بورڈ چند متبحر علماء کرام کی کمیٹی پر مشتمل ہے جو سود سے پاک سفارشات مرتب کر کے اسلامی بینکاری یا اس قسم کے مزید سود سے پاک سکیموں یا سود سے پاک قرضہ فراہمی کے پروگرام متعارف کروائیں ہیں، ان پر درج بالا اور درج ذیل فقہی اصولوں کی روشنی میں اعتماد کرنے کی اسلام ہمیں گنجائش دیتا ہے۔

لہٰذا ان پر اس لئے بھی اعتماد کیا جائے تا کہ کم از کم اس پیش رفت سے مستقبل میں سودی تمویل اور سودی بینکاری اور اس کے تحت چلنے والے خالص سودی پروگراموں کا یکسر خاتمہ یقینی بنایا جاسکے۔ جب کہ اس جدید اسلامی بینکاری یا انشورنس کے متبادل نظام "اسلامی تکافل و کفالت" یا دوسری پالیسیاں جو کہ سود سے پاک قرضہ کے حصول و وصول کی مذکورۃ الذکر علماء کرام نے تشکیل دی ہیں اور اس پر واضح الفاظ میں انہوں نے ان پروگرامز کی حلت و حرمت پر یہ کہا ہے کہ سود سے پاک مروجہ اسلامی بینکاری کی یہ پیش رفت ہمارے نزدیک بھی مکمل شکوک و شبہات سے پاک نہیں اور عین اسلامی تمویل یا بینکاری کی مصداق نہیں لیکن اصول فقہ کی روشنی میں جو احادیث طیبہ اور دیگر فقہاء کی اصطلاحات حقہ پیش کی گئیں وہ مروجہ اسلامی بینکاری کے کفالت و وکالت اور تکافل کے جواز کو ثابت کرتی ہیں۔

بینک کے پاس پرائز بانڈ یا پریمئیم پرائز بانڈ یا رہن کی رقم بطور امانت یا ضمانت و کفالت (یعنی قرض) یا مطلقاً سود:

پرائز بانڈ اور پریمئیم پرائز بانڈ کے درمیان بنیادی فرق مال اور رسید کا ہے پرائز بانڈ کی حیثیت ایسی ہے جیسے کرنسی کے نوٹ کی مالی حیثیت جس کے گم یا چوری ہو جانے یا ضائع یا جل جانے کی وجہ سے مال کا نقصان ہوتا ہے جبکہ پریمئیم بانڈ کی حیثیت پرائز بانڈ سے مختلف ہے۔ پریمئیم پرائز بانڈ (Premium Prize Bond) سودی اکاؤنٹ کا جاری شدہ ایک سودی بانڈ ہے جو بینک کو قرض دینے کے متبادل ایک رسید ہے جس کے گم یا چوری ہو جانے یا ضائع یا جل جانے کی وجہ سے مال کا نقصان نہیں ہوتا، اصل مالک جس کے نام پر اس بانڈ کو جاری کیا جاتا ہے وہ ہی اس کا مالک رہتا ہے اور اصل مالک اس رسید کا متبادل (Duplicate) حاصل کر سکتا ہے بطور دلیل اس کی مزید وضاحت کہ یہ بانڈ خود مال نہیں بلکہ بینک میں جمع شدہ مال کی فقط رسید ہے اور بینک کے نزدیک اس کی حیثیت قومی بچت بینک (National Saving Bank) کے سیونگ اکاؤنٹ (Saving Account) کے سرٹیفکیٹ (Certificate) جیسی ہی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ سیونگ سرٹیفکیٹ کی نسبت اس پریمئیم پرائز بانڈ پر نفع کم ملتا ہے لیکن ان دونوں کا نفع فکسڈ ہوتا ہے اور نفع و نقصان کی صورت میں اصل رقم محفوظ رہتی ہے اور مزید یہ کہ پرائز بانڈ کی طرز پر ہر تین ماہ بعد بذریعہ قرعہ اندازی اس پریمئیم پرائز بانڈ کے مالک کے نام پر انعام بھی نکل سکتا ہے۔

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

معلوم ہوا کہ پریمئیم پرائزبانڈ پر انعام میں ملنے والی رقم یا ہر چھ ماہ بعد ملنے والا فکسڈ منافع دونوں ہی خالصتاً سود (Interest) ہیں فلہٰذا پریمئیم پرائزبانڈ خریدنا، بیچنا ناجائز و حرام اور کبیرہ گناہ ہے اور سود ہونے کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ و رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے اعلانِ جنگ کے مترادف ہے۔

پرائزبانڈ میں بعض علماء کرام کو اسکی حلت اور حرمت میں اختلاف ہے جن علماء کے نزدیک پرائزبانڈ کی حیثیت مال کی ہے ان کے نزدیک اس پر انعام کا ملنا کسی ایگریمنٹ کے بغیر ہے اور کسی ایک فرد کو انعام ملنے کی صورت میں کسی دوسرے فرد کے مال سے کوئی کٹوتی نہیں کی جاتی چنانچہ اس میں سود اور جوئے کی دونوں صورتیں نہیں پائی جاتیں اس لئے وہ اس پر نکلنے والے انعام کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ اس کے مدمقابل جو علماء کرام اس پرائزبانڈ کے خریدنے کو سرے ہی سے ممنوع قرار دیتے ہیں ان کی علتِ حرمت اس پرائزبانڈ کے پیچھے ایک سودی بینک ہے جس کی انوسٹمنٹ سود پر ہے تو اس کے منافع میں اس انعام کا متعین کرنا بھی سود کے زمرہ میں
آتا ہے۔

اسی طرح بینک کے پاس پرائزبانڈ (Prize Bond) کی رقم بطور ضمانت و کفالت ہوتی ہے اور کسی بھی وقت مطالبہ پہ بغیر کسی نقصان اور متعین نفع کے مکمل رقم کی واپسی کی شرط پر لی جاتی ہے جو کہ اصول فقہ کی روشنی میں بحیثیت قرض ہوتی ہے کیونکہ بینک اس میں پیشگی تصرف کا حق رکھتا ہے اور بینک اپنے استعمال میں لاتے ہوئے مختلف کیٹیگریز پر ایک مخصوص رقم بطور انعام مقرر کرتا ہے جو کہ قرض کی رقم پر دی جانے والی ایک زائد رقم ہے جو کہ قرض پر احتمالی انعامی منافع کی صورت میں سود ہے جس کی وضاحت پچھلے صفحات میں کی جاچکی ہے۔ مختصر حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

"كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا"۔

ترجمہ: ہر وہ قرض جو نفع کھینچ لائے وہ سود ہے۔ (41)

خلاصہ کلام: معلوم ہوا اگرچہ بینک کی طرف سے پرائزبانڈز کے انعام پر کسی فرد کو کوئی پیشگی ضمانت نہیں دی جاتی کہ جس سے صریحاً سود کا اطلاق کیا جائے کیونکہ صریحاً سود کے لئے جانبین کی طرف سے ایگریمنٹ کا ہونا ضروری ہے جیسے کوئی مقروض بغیر ایگریمنٹ کے بطور احسان قرض شدہ رقم پر اپنے قارض کو اضافی رقم دے تو وہ سود نہیں ہاں البتہ ورع اور تقوٰی کی بنیاد پر ہر اس شبہ والی سکیم سے بچا جائے جس میں سود کی بو آئے۔

بینک کے پاس اسلامی صکوک بانڈز کی شرعی حیثیت نیز "SukukBonds" میں سودی اشکالات کا تحقیقی جائزہ:

صُکوک عربی زبان کا لفظ ہے، صکوک "صک" کی جمع ہے جس کے معنی ہے "دستاویز" بعض لوگ انہیں اسلامی بانڈز کا نام بھی دیتے ہیں جن کو سود کے متبادل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ بانڈز اور صکوک میں یہ فرق ہے کہ بانڈز صرف قرضوں کی دستاویزات ہیں جبکہ صکوک ایک متناسب حصے کی ملکیت کے طور پر ثبوت کا نام ہوتے ہیں۔ نیز صکوک میں حاملین صکوک کے منافع کا انحصار ان اثاثہ جات سے حاصل ہونے والی آمدن پر ہوتا ہے جن کی صکوک نمائندگی کرتے ہیں لیکن بانڈز میں منافع طے شدہ ہوتا ہے خواہ جاری کنندہ کو نفع ہو یا نقصان۔ اسی طرح شیئرز اور صکوک میں بھی فرق ہے، وہ یہ کہ صکوک مخصوص مدت مثلاً تین یا پانچ سال کے لیے جاری کئے جاتے ہیں اور شیئرز غیر معینہ مدت کے لیے ہوتے ہیں۔

صُکوک (Sukuk) بانڈ کی شرعی حیثیت کے تعین میں کافی قدر اشکالات ہیں ہاں البتہ صکوک مشروط اسلامی قوانین تجارت کے تحت سرمایہ کاری کرنے کا ایک جائز متبادل ذریعہ تجارت ہے کہ جس طرح طویل المیعاد قرضے کے لیے سود پر مبنی بانڈز یا مختلف سرٹیفکیٹس جاری کئے جاتے ہیں اسی طرح اگر جائز اسلامی تجارت کے طریقے سے رواں سرمائے کی ضروریات کا انتظام کرنے کے لیے صکوک جاری کئے جائیں جو صرف قرضوں کے بجائے جاری کنندہ ادارے کے کاروباری اور مالی اثاثوں میں ملکیت کے دستاویزی ثبوت ہوں۔

"'' پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل نے 1980ء میں اپنی مشہور زمانہ بلاسود بینکاری رپورٹ میں مخصوص مدت کے لیے سرمایہ اکٹھا کرنے کے لیے نفع ونقصان میں شراکت کے اصول کی اساس پر ایسی مالیاتی دستاویزات تیار کرنے کی تجویز پیش کی تھی جو ڈی بنچرز کی جگہ لے سکیں۔ اس رپورٹ میں ان کا نام بھی تجویز کر دیا گیا تھا" حصہ داری کے میعادی سرٹیفکیٹ"

(Participation Term Certificate) مختصراً پی، ٹی، سی کہا جاتا ہے۔ 1984ء میں کونسل کی اس تجویز کے مطابق حصہ داری کے میعادی سرٹیفکیٹ بھی متعارف کرائے گئے۔ اگرچہ بعض وجوہ کے باعث یہ سرٹیفکیٹ زیادہ عرصہ رائج نہ رہ سکے اور ان کی جگہ ٹرم فنانس سرٹیفکیٹ نے لے لی لیکن ہم انہیں صکوک کے اجراء کی اولین کوشش سے تعبیر کرسکتے ہیں کیونکہ جدید صکوک کا تصور انہی بنیادوں سے ماخوذ ہے جن پر پی، ٹی، سی مبنی تھے۔

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تاہم باقاعدہ صکوک نام کی مالیاتی دستاویز کا اجراء 2002ء میں ملائشیاء سے ہوا تھا بعد ازاں 2003ء میں اسلامی ترقیاتی بینک جدہ صکوک جاری کئے۔اس کے بعد تو ان کے اجراء کے عمل میں کافی سرگرمی دیکھی گئی تا آنکہ 2008ء میں مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے (AAOFI) کی مجلس شرعی کے صدر کی حیثیت سے مشرق وسطیٰ اور ملائشیا میں اربوں روپے کے جاری کئے گئے صکوک کی اکثریت کو غیر شرعی قرار دیا تو ان کے اجراء کے عمل میں قدرے کمی آئی تاہم یہ سلسلہ رکا نہیں بلکہ تاہنوز جاری ہے۔2009ء میں پاکستان میں تیس ارب سے زائد مالیت کے صکوک جاری کئے گئے ہیں۔اسی طرح انڈونیشیا کی حکومت نے بھی اپنے بجٹ خسارے کو پورا کرنے اور فنڈ کے حصول کی خاطر صکوک کا اجراء کیا ہے۔کہتے ہیں اب تک دنیا کا سب سے بڑا صکوک متحدہ عرب امارات کی پراپرٹی ڈیویلپر نخیل نے جاری کیا ہے جس کی مالیت ساڑھے تین ارب ڈالر ہے۔

عالمی مالیاتی (IMF) کی ایک رپورٹ کے مطابق اسلامی مالیاتی مصنوعات میں سب سے زیادہ مقبولیت صکوک کو حاصل ہے۔صکوک کی مقبولیت کو مد نظر رکھتے ہوئے متعدد غیر مسلم ممالک بھی اس کے اجراء کے پروگرام پر غور کر رہے ہیں بلکہ گزشتہ سال کے آواخر میں امریکی کارپوریشن جنرل الیکٹرک صکوک جاری کرنے والی پہلی غیر مسلم کمپنی بن چکی ہے اور کمپنی کا کہنا ہے کہ وہ مشرق وسطیٰ اور ایشیا میں متمول افراد کو متوجہ کرنے کے لیے مزید صکوک جاری کرنے کا ارادہ رکھتی ہے""۔([42])

صکوک بانڈز کے جواز کی مطلقاً تاویل مروان بن حکم کے دور میں بیت المال سے راشن حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو جو کارڈز جاری کئے جاتے تھے انہیں "صکوک" سے کرنا صحیح نہیں کیونکہ عصر حاضر کے مسلم معیشت دانوں کی اصطلاح میں صکوک کا مطلب یہ ہے۔

"وہ تمسکات جو یکساں مالیت کے ہوتے ہیں اور کسی اثاثے یا کسی معلوم اثاثے کے حق استعمال یا فراہم کی جانے والی خدمات (Services) یا کسی متعین پراجیکٹ کے اثاثہ جات یا کسی مخصوص کاروبار میں ملکیت کے متناسب غیر منقسم حصے کی نمائندگی کرتے ہیں۔سادہ الفاظ میں سرمایہ کاری سرٹیفکیٹس ہیں۔بعض لوگ انہیں اسلامی بانڈز کا نام بھی دیتے ہیں"۔([43])

صکوک بانڈ میں سودی اشکال کی بنیادی وجہ:

صکوک بانڈ میں سودی اشکال کی بنیادی وجہ اسلامی بنکاری کے لیے یکساں عالمی اصولوں اور قواعد وضوابطی پابندی کا فقدان ہے۔مروجہ اسلامی بنکاری کے مختلف طریقوں میں مثلاً مضاربہ (باہمی شراکت) رہن (مارٹ گیج) اور صکوک بانڈ کے لیے مختلف ممالک میں مختلف طریق کار رائج ہیں جو عالمی اسلامی بنکاری کے فروغ میں ایک رکاوٹ ہیں۔

کویت کا ایک مسلمان ملائیشیا کا صکوک بانڈ نہیں خرید سکتا، اس لیے کہ ایک ملک کے علماء کے نزدیک اس میں سود کا عنصر شامل ہے۔اسی طرح اسلامی بنکاری کے لیے رائج طریقوں اور اسکیموں میں شریعہ ماہرین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے یکساں عالمی اسلامی بنکاری کے قوانین اور ضوابط وضع کرنے میں رکاوٹ پیش آرہی ہے اور عالمی اسلامی بینکاری کے فروغ میں بھی مشکلات کا سامنا ہے۔([44])

فقہاء اسلام نے اسلامی تجارت کے اصولوں کے مطابق جن صکوک بانڈز کو درجہ جواز میں شمار کیا ہے ان میں مشارکہ صکوک، مضاربہ صکوک، اجارہ صکوک ہیں اور مروجہ اسلامی صکوک بانڈز میں ان مذکورہ اسلامی صکوک کی شرائط میں کوئی ایک شرط بھی نہیں پائی جاتیں۔مشارکہ میں نفع ونقصان کی بنیاد پر تمام صکوک ہولڈرز میں ان کے حصص کے حساب سے تقسیم ضروری ہے کیونکہ شراکت کا بنیادی اصولوں کے تحت نفع ونقصان میں تمام فریق شریک ہیں، چنانچہ صکوک ہولڈرز کیونکہ ان اثاثوں میں حصہ دار ہوتے ہیں اس لیے انہیں اپنے حصص کے تناسب سے نقصان بھی برداشت کرنا چاہیے۔جبکہ ان مروجہ صکوک میں نقصان کا سرے سے ذکر ہی نہیں اور منافع میں اصل زر پر فکسڈ منافع یانی صد منافع طے کیا جاتا ہے جو کہ منافع آنے پر فی صد کی صورت میں طے نہیں ہوتا اس لئے مروجہ صکوک بانڈز سود ہونے کی بنا پر ناجائز ہیں۔اور اسی طرح جب صکوک بانڈز کی مدت پوری ہوتی ہے تو کمپنی ان کو خرید کر دوبارہ تنہا مالک بن جاتی ہے جو کہ شراکت کے اسلامی اصولوں کے سراسر منافی ہے۔

لہٰذا ایسے صکوک جائز نہیں جن میں حاملین صکوک کی طرف سے لگائے گئے سرمائے (Invested Money) کی فیصد نسبت کے حساب سے منافع طے کیا یا اس کا تاثر دیا گیا ہو۔دوسری اہم بات جو شراکت کے اختتام پر کمپنی خود بغیر کسی تصفیہ کے دوبارہ تنہا مالک بن جاتی ہے حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ شراکت کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے تمام اثاثہ جات کو بیچ کر پہلے نقدی میں تبدیل کیا جائے اور ان سے حاصل ہونے والی رقم سے شراکت داروں میں

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تصفیہ کے اخراجات اور واجب الادا قرض منہا(Detect) کرکے باقی رقم تمام حصہ داروں میں ان کے حصص کے تناسب سے تقسیم کردی جائے۔کیونکہ شراکت سے متعلق اثاثہ جات سب حصہ داروں کی مشترکہ ملکیت ہوتے ہیں لہٰذا شراکت کی مدت ختم ہونے پر تمام شرکاء میں ان کے حصص کے بقدر تقسیم اور تصفیہ ضروری ہے۔حوالہ دستاویز"المعاییر الشرعیۃ"سے ملاحظہ فرمائیں۔

"جب شراکت کی مدت ختم ہونے پر تصفیہ ہو تو وہ اس طرح مکمل ہو گا کہ تمام اثاثہ جات کو بازار میں بیچا جائے اور اس سے جو کچھ حاصل ہو وہ اس طرح استعمال میں لایا جائے کہ پہلے تصفیہ کے اخراجات نکالے جائیں،پھر شرکت کے ٹوٹل اثاثوں میں سے مالی ادائیگیاں کی جائیں اور پھر بقیہ اثاثوں میں سے ہر شریک کو اس کے اصل سرمایہ کی مناسبت سے دیا جائے اور اگر اثاثے اصل سرمائے کی واپسی کے لیے ناکافی ہوں تو ہر ایک کو اس کے سرمائے کی نسبت سے حصہ رسدی دے دیا جائے"۔(45)

خلاصہ کلام: مروجہ صکوک کا اگر بنظر غائر جائزہ پیش کیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر صکوک کو اسلامی معیشت کے جامع اصولوں پر وضع کیا جائے کہ جس سے کسی شرعی وفقہی اصولو قواعد کی پوری پاسداری کی جائے تو یقیناً کویت اور بعض اسلامی ملکوں کے شرعی قواعد وضوابط کی طرح اسے اسلامی سرمایہ کاری کے تحت ان صکوک کو شرعی نقطہ جواز سے جائز کہا جاسکے لیکن جب ہم مذکورہ بالا اصول و قواعد کی روشنی میں مروجہ صکوک کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں درج ذیل سودی اشکالات پائے جاتے ہیں۔

1۔حاملین صکوک،صکوک کی مذکورہ بالا تین صورتیں مشارکہ صکوک،مضاربہ صکوک،اجارہ صکوک ان تینوں میں فقط منافع یا کرایہ وصول پانے کی حد تک بغیر نقصان کے حصے دار ہونے کے شریک ہوتے ہیں جو کہ اسلامی اصول تجارت کے خلاف عمل ہے۔

2۔صکوک کی مد میں لگائے گئے سرمائے پر شروع سے فیصد کے حساب سے طے شدہ منافع مقرر کیا جاتا ہے جو کہ قبل از نفع سود کے زمرہ میں آتا ہے۔

3۔مدت کے اختتام پر اثاثہ جات کا تصفیہ نہیں کیا جاتا بلکہ کمپنی جاری کنندہ اوپر لکھی ہوئی قیمت(Face Value)کے عوض دوبارہ ان صکوک کو خرید لیتی ہے جو کہ شراکت کی مدت کے ختم ہونے پر سراسر اصول تجارت کے منافی عمل ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(1) (لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء فيالخلافة العثمانية،مجلة الأحكام العدلية:1/115،بابالْمُقَدِّمَةُ فِي اصْطِلَاحَاتٍ فِقْهِيَّةٍ تَتَعَلَّقُ بِالْكَفَالَةِ،المحقق: نجيب هواويني، نور محمد،کارخانہ تجارتِ کتب،آرام باغ، كراتشي،عدد الأجزاء:1)

(2) (خالد سیف اللہ رحمانی،مولانا،قاموس الفقہ:۴/ ۴۹۲،زمزم پبلشرز،نزد مقدس مسجد اردو بازار،کراچی)

(3) (البابرتي،محمد بن محمد بن محمود الدين۔۔ابن الشيخ جمال الدين الرومي(المتوفى:786ھ)،العناية شرح ھدایۃ:۷/۱۶۳،الناشر:دار الفكر،الطبعة: بدون طبعة وبدون تاريخ،عدد الأجزاء: 10 «الهداية للمرغيناني»)

(4) (لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء فيالخلافة العثمانية،مجلة الأحكام العدلية:1/115،بابالْمُقَدِّمَةُ فِي اصْطِلَاحَاتٍ فِقْهِيَّةٍ تَتَعَلَّقُ بِالْكَفَالَةِ،المحقق: نجيب هواويني، نور محمد،کارخانہ تجارتِ کتب،آرام باغ، كراتشي،عدد الأجزاء:1)

(5) (علاء الدين الحصكفي الحنفي،محمد بن علي(المتوفى:1088ھ)،الدر المختار مع شامی:7/10 تا12 فی بدایۃ کتاب البیوع،دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1423ھ-- 2002م،عدد الأجزاء:1 أعده للشاملة محولہ فتاوی دار العلوم دیوبند:14/275)

(6) (تقی عثمانی،محمد،مفتی،اسلام اور جدید معاشی مسائل:3/225،اشاعت اول جون 2008ء،پبلشرز ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور،پاکستان)

(7) (ایضاً حوالہ بالا بتلخیص)

(8) (ابن قدامة المقدسي،أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة الجماعيلي المقدسي ثم الدمشقي الحنبلي،(المتوفى:620ھ) ،المغني لابن قدامة:3/481،،مكتبة القاهرة الطبعة: بدون طبعة،عدد الأجزاء:10،1388ه- - 1968م)

(9) (البخاری(امام)،ابو عبد اللہ،محمد بن اسماعیل،الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه(صحيح البخاري):3/155،باب قبول الهدية)،(المغني لابن قدامة،باب فصل البيع على ضربين:3/481)

(10) (وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية-الكويت;الموسوعة الفقهية الكويتية:26/68،وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية-الكويت عدد الأجزاء:45 جزءا الطبعة: (من 1404...)

(11) (ایضاً بالا)

(12) (الجزیری،مصری،عبدالرحمٰن،علامہ،کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ(اردو):۳/۹ تا۱۱ تلخیص،علماء اکیڈمی،1403ھ بمطابق 1983ء)

(13) (محمد حنیف گنگوہی،المعدن الحقائق:۱/ ۴۶۲،۴۶۳،مکتبہ رشیدیہ جامعہ اشرفیہ لاہور)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

([14]) (بخاری(امام)، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ (صحیح البخاري):1/441، باب برکۃ الغازی فی مالہ حیاًومیتاً، تلخیصی ترجمہ)

([15]) (سید امیر علی مرحوم، فتاوٰی عالمگیری(اردو):3/54، فرید بک سٹال اردو بازار، لاہور، محولہ "مضاربت اور بلاسود بینکاری":246)

([16]) (بن قدامۃ المقدسي الجماعیلي الحنبلي، عبد الرحمن بن محمد بن أحمد أبو الفرج، شمس الدین (المتوفی:682ھ)لشرح الکبیر علی متن المقنع لابن قدامہ:5/86، باب ولا یصح ضمان الأمانات کالودیعۃ ونحوھا إلا أن یضمن التعدي فیھا، دار الکتاب العربي للنشر والتوزیع أشرف علی طباعتہ: محمد رشید رضا صاحب المنار)

([17]) (بابن الھمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسي (المتوفی:861ھ)، فتح القدیر:7/212، باب کتاب الکفالۃ، دار الفکر الطبعۃ: بدون طبعۃ وبدون تاریخ، عدد الأجزاء:10)

([18]) (کاسانی الحنفی، علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:5/248، دار الکتب العلمیۃ، 1403ھ، بیروت)

([19]) (کاسانی الحنفی، علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:5/244، دار الکتب العلمیۃ، 1403ھ، بیروت)

([20]) (ایضاً بالا)

([21]) (کاسانی الحنفی، علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:5/148، دار الکتب العلمیۃ، 1403ھ، بیروت)

([22]) (کاسانی الحنفی، علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:5/244، دار الکتب العلمیۃ، 1403ھ، بیروت)

([23]) (کاسانی الحنفی، علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:5/247، دار الکتب العلمیۃ، 1403ھ، بیروت)

([24]) (ابن نجیم الحنفي، زین الدین، (المتوفی: 970ھ)، البحر الرائق شرح کنز الدقائق: 6/87، دار المعرفۃ، بیروت)(شامی: ۴ / ۱۱۲)

([25]) (کاسانی الحنفی، علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:5/248، دار الکتب العلمیۃ، 1403ھ، بیروت)

([26]) (اشرف علی تھانوی، امداد الفتاوی:۳ / ۴۲، مکتبہ دار العلوم کراچی، 1404ھ۔ سوال ۳۹)

([27]) (مجاہد الاسلام قاسمیؒ، مولانا، جدید فقہی مباحث (مقالہ جات):3/483 تا488، بحث المرابحۃ، طبع: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، گلشن اقبال کراچی، اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا، 2009ء)

([28]) (تقی عثمانی، محمد، مفتی، غیر سودی بینکاری:16,17، مکتبہ معارف القرآن کراچی، جولائی 2009ء)

([29]) (تقی عثمانی، محمد، مفتی، غیر سودی بینکاری:18، مکتبہ معارف القرآن کراچی، جولائی 2009ء)

([30]) (احمد ممتاز، مفتی، غیر سودی بینکاری ایک منصفانہ علمی جائزہ، ص253 تا255، ناشر جامعہ خلفائے راشدین، مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی)

([31]) (تقي الدین السبکي، تاج الدین عبد الوھاب (المتوفی:771ھ)، الأشباہ والنظائر للسبکی:1/ 60، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولی 1411ھ، 1991م، عدد الأجزاء:2[ترقیم الکتاب موافق للمطبوع وھو مذیل بالحواشي])

([32]) (برہان الدین سنبھلی، محمد، بینک انشورنس اور سرکاری قرضے: ص36، مکتبہ زکریا کراچی، طبع اول 1425ھ-نومبر 2004ء، مطبع: احمد پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی)

([33]) (برہان الدین سنبھلی، محمد، بینک انشورنس اور سرکاری قرضے: ص37، مکتبہ زکریا کراچی، طبع اول 1425ھ-نومبر 2004ء، مطبع: احمد پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی)

([34]) (تقي الدین السبکي، تاج الدین عبد الوھاب (المتوفی:771ھ)، الأشباہ والنظائر للسبکی:1/12، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولی 1411ھ، 1991م، عدد الأجزاء:2[ترقیم الکتاب موافق للمطبوع وھو مذیل بالحواشي])

([35]) (لأحمد الحموي، أحمد بن محمد مکي، الحنفي، (المتوفی:1098ھ)، غمز عیون البصائر في شرح الأشباہ والنظائر:1/193، باب القاعدۃ الثالثۃ، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولی، 1405ھ۔1985م، عدد الأجزاء:4، [ترقیم الکتاب موافق للمطبوع]، «الأشباہ والنظائر لابن نجیم»)

([36]) (ایضاً، باب القاعدۃ الرابعۃ:1/245)

([37]) (ایضاً، باب القاعدۃ الساعدۃ:1/295)

([38]) (ایضاً، باب القاعدۃ الاولی:1/325)

([39]) (ایضاً، باب القاعدۃ الثانیۃ:1/335)

([40]) (تقي الدین السبکي، تاج الدین عبد الوھاب (المتوفی:771ھ)، الأشباہ والنظائر للسبکی:1/60، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولی 1411ھ، 1991م، عدد الأجزاء:2[ترقیم الکتاب موافق للمطبوع وھو مذیل بالحواشي])

([41]) (کنز العمال، جزء6، ج3، ص99، حدیث:15512)

([42]) (تلخیص https://shamilaurdu.com/book/maeeshat-wa-tijrat-ke-islami-ahkaam/159/)

([43]) (https://shamilaurdu.com/book/maeeshat-wa-tijrat-ke-islami-ahkaam/158/)

([44]) (تلخیص، اسلامی فقہ کے باب صکوک، آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے ۔ https://ur.wikipedia.org/wiki/a)

(45) (إبراھیم علي المنصوري، دکتور، الاقتصاد الاسلامی، المعاییر الشرعیۃ للموسسات المالیہ الاسلامیہ:ا/ 9 19 - 200، 2020-05-04/www.alkhaleej.ae/المعاییر-الشرعیۃ-میزان-العدل/ملحق-الصائم/ملاحق-الخلیج)